﴿... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَآءُ﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ (بنی إسرائیل: ٨٠)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ: نصیر أحمد قمر

جلد ۱ جمعہ ۱۷ جون ۱۹۹۴ء شمارہ ۲۴

ارشادات عالیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

دلوں کو فتح کرو اور دل جنگ سے فتح نہیں ہوتے بلکہ اخلاق فاضلہ سے فتح ہوتے ہیں

"انسان کے اعمال کا بھی کمال یہی ہے کہ تخلق باخلاق اللہ کرے۔ یعنی جو جو اخلاق فاضلہ خدا میں ہیں اور صفات ہیں ان کی حتی المقدور اتباع کرے اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے رنگ میں رنگین کرنے کی کوشش کرے۔ مثلاً خدا تعالیٰ میں عفو ہے، انسان بھی عفو کرے۔ رحم ہے، حلم ہے، کرم ہے۔ انسان بھی رحم کرے، حلم کرے۔ لوگوں سے کرم کرے۔ خدا تعالیٰ ستار ہے۔ انسان کو بھی ستاری کی شان سے حصہ لینا چاہئے اور اپنے بھائیوں کے عیوب اور معاصی کو پردہ پوشی کرنی چاہئے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب کسی کی کوئی بدی یا نقص دیکھتے ہیں جب تک اس کی اچھی طرح سے تشہیر نہ کر لیں ان کو کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو اپنے بھائی کے عیب چھپاتا ہے خدا تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ انسان کو چاہئے شوخ نہ ہو۔ بے حیائی نہ کرے۔ مخلوق سے بدسلوکی نہ کرے۔ محبت اور نیکی سے پیش آوے۔

اپنی نفسانی اغراض کی وجہ سے کسی سے بغض نہ رکھے۔ سختی اور نرمی مناسب موقعہ اور مناسب حال کرے اور اگر کسی جگہ درشتی کرنی بھی پڑ جائے تو اس طرح کرے جس طرح کوئی کسی کا مامور یا نائب حکم کی پابندی کی وجہ سے کرتا ہے۔ انبیاء نے بھی بعض اوقات سختی کی ہے مگر نہ جوش نفس سے بلکہ محض خدا تعالیٰ کے حکم اور اصلاح کی غرض سے۔

ہم نے کسی کتاب میں ایک حکایت پڑھی ہے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کی ایک کافر سے جنگ ہوئی۔ جنگ میں مغلوب ہو کر وہ کافر بھاگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کا تعاقب کیا اور آخر اسے پکڑا۔ اس سے کشتی کر کے اس کو زیر کر لیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ اس کی چھاتی پر خنجر نکال کر اس کے قتل کرنے کے واسطے بیٹھ گئے تو اس کافر نے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ اس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کی چھاتی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس سے الگ ہو گئے۔ وہ کافر اس معاملہ سے حیران ہوا اور تعجب سے اس کا باعث دریافت کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ ہم لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں تو محض خدا کے حکم سے کرتے ہیں کسی نفسانی غرض سے نہیں کرتے بلکہ ہم تو تم لوگوں سے محبت کرتے ہیں۔ میں نے تم کو پکڑا خدا کے لئے تھا مگر جب تم نے میرے منہ پر تھوک دیا تو اس سے مجھے بشریت کی وجہ سے غصہ آ گیا۔ تب میں ڈرا کہ اگر اس وقت جبکہ اس معاملہ میں میرا نفسانی جوش بھی شامل ہو گیا ہے تم کو قتل کروں تو میرا سارا ساختہ پرداختہ ہی برباد ہو جاوے اور جوش نفس کی ملونی کی وجہ سے میرے نیک اور خالصاً للہ اعمال بھی حبط نہ ہو جاویں۔ یہ ماجرا دیکھ کر کہ ان لوگوں کا اتنا باریک تقویٰ ہے اس نے کہا میں نہیں یقین کر سکتا کہ ایسے لوگوں کا دین باطل ہو۔ لہٰذا وہ مسلمان ہو گیا۔

غرض اسی طرح ہماری جماعت کے بھی جنگ ہوتے ہیں ان میں جوش نفس کو شامل نہ کرنا چاہئے۔ دیکھو اگر ہم خدا تعالیٰ کے نزدیک کافر اور دجال نہیں ہیں تو پھر کسی کے کافر اور دجال وغیرہ کہنے سے ہمارا کچھ بگڑتا نہیں اور اگر واقع میں ہی ہم خدا تعالیٰ کے حضور میں مقبول نہیں بلکہ مردود ہیں تو پھر کسی کے اچھا کہنے اور نیک بنانے سے ہم خدا تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔

پس تم یاد رکھو کہ نرمی عمدہ صفت ہے۔ نرمی کے بغیر کام چل نہیں سکتا۔ فتح جنگ سے نہیں۔ جنگ سے اگر کسی کو نقصان پہنچا دیا تو کیا کیا؟ چاہئے کہ دلوں کو فتح کرو۔ اور دل جنگ سے فتح نہیں ہوتے بلکہ اخلاق فاضلہ سے فتح ہوتے ہیں۔ اگر انسان خدا کے واسطے دشمنوں کی اذیتوں پر صبر کرنے والا ہو جاوے تو آخر ایک دن ایسا بھی آ جاتا ہے کہ خود دشمن کے دل میں ایک خیال پیدا ہو جاتا ہے اور اثر ہوتا ہے اور جب وہ برکات، فیوض اور نصرت الٰہی کو دیکھتا ہے اور اخلاق فاضلہ کا برتاؤ دیکھتا ہے تو خود بخود اس کے دل میں ایسا خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ اگر یہ شخص جھوٹا ہی ہوتا اور خدا تعالیٰ پر افتراء کرنے والا ہوتا تو اس کی یہ نصرت اور تائید ہرگز نہ ہوتی۔"

(ملفوظات جلد پنجم [طبع جدید] صہ ۶۰۸، ۶۱۰)

القرآن الحکیم

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۱﴾

اور جو بھی کوئی برا فعل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے وہ اللہ کو بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا پائے گا۔

(النساء : ۱۱۱)

مختصرات

احباب جماعت احمدیہ کی انتہائی خوش قسمتی اور سعادت ہے کہ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے ذریعہ ان کی اپنے محبوب امام سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ روزانہ "ملاقات" ہو جاتی ہے۔ بے تکلفی کی یہ مجالس نہایت علمی اور معلوماتی ہوتی ہیں۔ اس پروگرام کے بارہ میں یہ مختصر اشاریہ قارئین الفضل کی اطلاع کے لئے نیز سلسلہ کے ریکارڈ کی غرض سے شائع کیا جاتا ہے۔ اس کی مدد سے آپ اپنی پسند اور ضرورت کے پروگراموں کا انتخاب بھی کر سکتے ہیں۔

۶ جون ۱۹۹۴ء۔ آج حسب معمول ہومیو پیتھی طریق علاج کے بارہ میں تدریسی کلاس منعقد ہوئی۔ دوران گفتگو حضور انور نے شہد کے فوائد پر تفصیلی گفتگو فرمائی اور خاص طور پر ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں قرآن مجید میں اسکو شفاء للناس قرار دیا ہے وہاں اسکے مختلف رنگوں کا ذکر کیا ہے۔ اس ضمن میں حضور انور نے ساری دنیا کے احمدیوں کو تحریک فرمائی کہ وہ شہد کے بارہ میں تفصیلی اور گہری تحقیقات کریں اور اس موضوع پر لکھی گئی کتب کا مطالعہ کریں اور شہد کے مختلف رنگوں والے پہلو کو بھی بطور خاص مد نظر رکھیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ جو احمدی شہد کے بارہ میں تحقیقاتی مطالعہ کا عزم کریں وہ اپنے پروگرام کے خاکہ سے حضور انور کو براہ راست اطلاع دیں تاکہ مرکزی طور پر اس سارے تحقیقاتی کام کو منظم کیا جا سکے۔

۷ جون ۱۹۹۴ء۔ آج بھی حسب معمول ہومیو پیتھی کی کلاس کا پروگرام ہوا جس میں حضور انور نے مختلف ادویات کے خواص اور استعمال کے بارہ میں تفصیلی گفتگو فرمائی۔

۸ جون ۱۹۹۴ء۔ آج حضور نے سب سے پہلے محمد عبدالرحیم قریشی آف حیدر آباد دکن کی کتاب "قادیانی مسلمان نہیں" میں اٹھائے گئے اس اعتراض کا جواب دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں (نعوذ باللہ) صحابہ رضوان اللہ علیہم کی توہین کی ہے۔ اس جواب کے تسلسل میں حضور انور نے امام مہدیؑ کے حقیقی مقام اور منصب کی وضاحت فرمائی اور ثابت کیا کہ شیعہ سنی اور احمدی موقف میں کوئی فرق نہیں ہے۔

بعد ازاں حضور انور نے پاکستان کے سیاسی حالات کے پس منظر میں سیاسی قیادت کو دردمندانہ نصیحت فرمائی کہ ملاؤں سے ذرا بھی نہ ڈریں۔ ان کے چکروں سے نکلیں اور مولویت کو سیاست میں ہرگز دخل نہ دینے دیں۔ صاف ستھری سیاست کریں۔ سچائی کو اپنائیں۔ حق و انصاف کو قائم کریں اور ہمیشہ اس پر قائم رہیں۔ آپ نے پاکستان کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے فوج کے کردار کا بھی ذکر کیا اور اس بات پر زور دیا کہ ملکی قیادت کا فرض ہے کہ سیاست کو با اصول بنائیں اور اصولوں کی سودے بازی کبھی نہ کریں۔ خود غرضی سے بچیں اور اخلاقی اقدار کی اہمیت کو سمجھیں۔ کاش پاکستان کے ارباب حل و عقد حضور انور کے ان ارشادات کو حرز جان بنا لیں کہ اسی میں ان کی فلاح مضمر ہے۔

۹ جون ۱۹۹۴ء۔ آج کی مجلس میں بھی پاکستان موضوع سخن رہا۔ یہ ذکر ہوا کہ جناب یحیٰ بختیار صاحب سے جب کسی نے پوچھا کہ کیا ذوالفقار علی بھٹو صاحب کے پھانسی دلوانے میں احمدی جرنیلوں کا بھی ہاتھ تھا؟ تو انہوں نے جواباً کہا کہ اس بارہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ حضور انور نے اس اتہام کی تردید میں بہت تفصیلی تبصرہ فرمایا۔

بعد ازاں پاکستان کی قومی اسمبلی میں ۱۹۷۴ء میں ہونے والے سوال و جواب کے بارہ میں بہت سی تفصیلات حضور انور نے بیان فرمائیں۔ حضور انور کے بیان فرمودہ یہ چشم دید حالات تاریخی اہمیت کے حامل ہیں اور بہت سے سربستہ اسرار کی نقاب کشائی کرتے ہیں۔

۱۰ جون ۱۹۹۴ء۔ آج کی مجلس بھی گزشتہ روز کی گفتگو کے تسلسل میں ہوئی۔ احمدی جرنیلوں سے متعلق اتہام کی تردید میں چند مزید امور بیان کرنے کے بعد حضور انور نے ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی میں ہونے والے واقعات کا جامع تذکرہ فرمایا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ ۸، ۹ اور ۱۰ جون ۱۹۹۴ء کے تین دنوں میں حضور انور کے ارشادات، پاکستان کے عمومی حالات اور بالخصوص قومی اسمبلی کے واقعات کے سلسلہ میں بہت ہی اہمیت کے

باقی صفحہ نمبر ۱۶ پر ملاحظہ فرمائیں

اداریہ

آیئے لوگوں کے دل جیتیں

ڈیل کارنیگی ایک مشہور مصنف گزرا ہے۔ اس کی ایک کتاب How to win friends and influence people خاص طور پر بہت معروف ہے اور کئی زبانوں میں ترجمہ ہو کر یہ کتاب عام مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ قریباً بیس سال قبل میں نے پہلی دفعہ اس کا اردو ترجمہ پڑھا تھا۔ کتاب واقعی بہت دلچسپ انداز میں لکھی گئی ہے۔ مصنف نے عمدہ رنگ میں مختلف واقعاتی مثالوں کے ساتھ ان اصولوں کی وضاحت کی ہے جنہیں اپنا کر آپ لوگوں کو اپنا دوست بنا سکتے ہیں اور انہیں اپنی شخصیت سے متاثر کر سکتے ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف یہ سب اصول جو ڈیل کارنیگی نے بیان کئے ہیں بلکہ ان سے کہیں زیادہ بہتر اور ارفع واعلیٰ اصول اسلام میں پائے جاتے ہیں اور ڈیل کارنیگی نے جو واقعات اپنے خیالات کی تائید میں پیش کئے ہیں ان سے کہیں زیادہ روشن اور گہرے اور دیر پا اثرات کے حامل واقعات حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی حیات طیبہ اور آپ کے مقدس اصحابؓ اور صلحائے امت کی زندگیوں میں پائے جاتے ہیں وہ اصول ایسے ہیں جن میں کہیں کوئی کجی یا کسی قسم کا کوئی عدم توازن نہیں پایا جاتا۔ وہ ایسی سچی اور دائمی اور ابدی تعلیم ہے جس پر عمل کرنے سے آپ کسی قسم کے تصنع، بناوٹ یا دھوکے سے کسی کو متاثر نہیں کرتے بلکہ ان پاکیزہ اخلاق کو اپنانے سے انسان کا وجود طبعی طور پر ایسا نورانی، ایسا حسین، دلکش اور دلربا ہو جاتا ہے کہ دیکھنے والے بے اختیار اس کی طرف کھنچے جاتے اور اس کی محبت کا شکار ہو جاتے ہیں اور کیونکہ ان اخلاق کی جڑیں خدا تعالیٰ کی محبت میں پیوستہ ہوتی ہیں اس لئے زمانے کے بدلتے ہوئے حالات ان میں کسی قسم کا بگاڑ پیدا نہیں کر سکتے۔

تاریخ عالم پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے وجود جنہوں نے سب سے زیادہ لوگوں کو متاثر کیا ان میں انبیاء علیہم السلام سب سے ممتاز ہیں اور زمرہ انبیاء میں بھی سب سے بڑھ کر، سب سے زیادہ جاذب اور پرکشش وجود سید المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا مقدس وجود ہے۔ جس کثرت اور جس وسعت کے ساتھ آپ نے بنی نوع انسان کے دل جیتے اس کی مثال روئے زمین پر نہیں ملتی۔

آج اسلام کے عالمگیر غلبہ کی عظیم الشان مہم جماعت احمدیہ کے سپرد کی گئی ہے۔ ہم نے تمام بنی نوع انسان کے دل خدائے واحد کے لئے جیتنے ہیں۔ یہ عظیم الشان مہم کامیابی سے سر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم محمدیؐ اخلاق سے اپنے آپ کو آراستہ کریں کیونکہ یہی وہ اخلاق فاضلہ ہیں جو دلوں کو جیتنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اسی لئے ہمارے محبوب امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبات اور خطابات میں قرآن و سنت اور احادیث نبویہ کی روشنی میں بار بار احباب جماعت کو اس اخلاقی جہاد کی طرف بلا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

○ "حسن خلق ہی ہے جو دنیا پر غالب آیا کرتا ہے۔ دلائل اور مسائل سے دنیا نہیں جیتی جاتی"۔

○ "دنیا بھی اعلیٰ خلق سے ہی جیت جائے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریق ہمیں سمجھائے ہیں وہ ضرور دلوں کو فتح کرنے والے ہیں"۔

○ "اخلاقی جہاد ایک بہت بڑا اور اہم جہاد ہے اور اسلام کے عالمگیر جہاد کا ایک لازمی حصہ ہے"۔

آیئے ہم سب مل کر دعاؤں کے ساتھ خدا تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے اس عظیم الشان اخلاقی جہاد میں حصہ لیں کیونکہ یہی وہ جہاد ہے جس کے نتیجہ میں انشاء اللہ اسلام کے عالمگیر غلبہ کی مہم سر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

تجھے حمد وثنا زیبا ہے پیارے
کہ تُو نے کام سب میرے سنوارے
ترے احساں مرے سر پر ہیں بھارے
چمکتے ہیں وُہ سب جیسے ستارے
گڑھے میں تُو نے سب دُشمن اُتارے
ہمارے کر دیئے اُونچے منارے
مقابل میں مرے یہ لوگ ہارے
کہاں مرتے تھے پر تُو نے ہی مارے
شریروں پر پڑے اُنکے شرارے
نہ اُن سے رُک سکے مقصد ہمارے

اُنہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

احادیث النبی ﷺ

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْ
وَاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ، وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ. اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُ
وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلاَ تَعْجَزْ. وَاِنْ اَصَابَكَ شَيْئٌ فَلاَ تَقُلْ: لَوْ اَنِّي فَعَلْتُ كَذَا كَا
كَذَا وَكَذَا. وَلٰكِنْ قُلْ: قَدَرُ اللّٰهِ، وَمَا شَاءَ فَعَلَ. فَاِنَّ «لَوْ» تَفْتَحُ عَمَ
الشَّيْطَانِ. (مسلم، كتاب القدر، باب في الأمر بالقوة وترك العجز)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: توانا مومن کمزور مومن سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ ہر ایک چیز میں خیر اور بھلائی ہے جو چیز نفع دیتی ہے اس کی ہمیشہ حرص رکھو اور اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو اور عاجز بن کر نہ بیٹھو۔ اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہوتا اور ایسا ہوتا بلکہ یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر یہی تھی۔ جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے کیونکہ کاش کہنا (یعنی پچھتاوے اور حسرت کا اظہار کرنا) شیطان کے اثر ڈالنے کی راہ ہموار کرتا ہے۔

اس کے دل میں اب بھی احساس زیاں کوئی نہ تھا
وہ سمجھتا تھا کہ سر پر آسماں کوئی نہ تھا

اس کا دعویٰ تھا کہ سارے شہر میں میرے سوا
اس کی تیغ ناز کے شایان شاں کوئی نہ تھا

جھونک دی تھیں کشتیاں اس نے انا کی آگ میں
اس کو اب اندیشہ سود و زیاں کوئی نہ تھا

جل رہے تھے اپنے بیگانے اسی کی آگ میں
اس بت عیار سا آتش بیاں کوئی نہ تھا

پھر رہے تھے لوگ جھوٹی چادریں تانے ہوئے
چلچلاتی دھوپ تھی اور سائباں کوئی نہ تھا

لفظ گونگے ہوگئے تھے آبرو کے خوف سے
عظمت انسان کا اب پاسباں کوئی نہ تھا

لوگ سرکاری مسلماں بن گئے تھے دفعتاً
اس نرالے فیصلے پر شادماں کوئی نہ تھا

جس کا دعویٰ تھا: "مری کرسی بڑی مضبوط ہے"
ذکر اس کا داستاں در داستاں کوئی نہ تھا

جانے کیوں لوگوں نے اس پر کر لیا تھا اعتبار
اس کی بزم ناز میں کیا بدگماں کوئی نہ تھا

اک نئی دیوار حائل ہوگئی تھی راہ میں
فاصلہ تو میرے ان کے درمیاں کوئی نہ تھا

کرلیا آخر بسیرا اس نے اوج دار پر
جیسے اب اس کا چمن میں آشیاں کوئی نہ تھا

جا چکے تھے سب تماشائی گھروں کو لوٹ کر
ماسوا مقتول کے وقت اذاں کوئی نہ تھا

شہر میں شاید اتر آیا ہو دیواروں کے بیچ
دشت میں تو سایہ ابر رواں کوئی نہ تھا

ایک سوتیلے کو ہے افسوس مضطر آج تک
یوسف دوراں کے رستے میں کنواں کوئی نہ تھا

(محمد علی مضطر)

بعد گیارہ (۱۱) انشاء اللہ

غیر معمولی برکتوں سے معمور دور کا ایمان افروز آغاز

(عطاء المجیب راشد ۔ لندن)

"میں ہر گز یقین نہیں رکھتا کہ میں اس وقت سے پہلے مروں جب تک کہ میرا قادر خدا ان جھوٹے الزاموں سے مجھے بری ..... ثابت نہ کرے ..... اسی کے متعلق قطعی اور یقینی طور پر مجھ کو ۱۱ دسمبر ۱۹۰۰ء روز پنجشنبہ کو یہ الہام ہوا۔

بر مقام فلک شدہ یارب ۔ گر امیدے دہم مدار عجب

بعد ۱۱ انشاء اللہ تعالیٰ میں نہیں جانتا کہ گیارہ دن ہیں یا گیارہ ہفتہ یا گیارہ مہینے یا گیارہ سال۔ مگر بہر حال ایک نشان میری بریت کے لئے اس مدت میں ظاہر ہوگا" (اربعین نمبر ۴ صہ ۲۱ حاشیہ)

"برمکان فلک شدہ یارب گر امیدے دہم مدار عجب۔ خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ تیری دہائی اب آسمان پر پہنچ گئی ہے۔ اب میں اگر تجھے کوئی امید اور بشارت دوں تو تعجب مت کر۔ میری سنت اور موہبت کے خلاف نہیں۔ بعد ۱۱۔ انشاء اللہ (فرمایا اس کی تفہیم نہیں ہوئی کہ ۱۱ سے کیا مراد ہے۔ گیارہ دن یا گیارہ ہفتے یا کیا۔ یہی ہندسہ ۱۱ کا دکھایا گیا ہے"۔

(الحکم ۱۷ دسمبر صہ ۲ بحوالہ تذکرہ صہ ۴۰۰، ۴۰۱)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ۱۰ جون ۱۹۸۲ء کو مسند خلافت احمدیہ پر متمکن ہوئے۔ خلافت کے گیارہ سال ۱۰ جون ۱۹۹۳ء کو پورے ہوئے۔ بارھویں سال میں قدم رکھتے ہی حضور انور نے پہلا خطبہ جمعہ ۱۱ جون ۱۹۹۳ء کو مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مندرجہ بالا دو اقتباسات کو بنیاد بناتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"آپ میں سے اکثر کو یاد نہیں ہوگا جیسا کہ مجھے بھی یاد نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جمعرات کو منصب خلافت پر فائز فرمایا اور وہ جون کی ۱۰ تاریخ تھی اور اگلے دن گیارہ تاریخ کو جمعہ کا دن تھا۔ کل امام صاحب نے نماز پر آتے ہوئے مجھے کہا "مبارک ہو" میں نے کہا "کس بات کی؟" مجھے تو کوئی خاص خیال بھی نہیں تھا۔ میں نے کہا شاید باہر سے کوئی اچھی خبر آئی ہے۔ انہوں نے کہا "آپ کی خلافت کے گیارہ سال پورے ہو گئے اور بارھواں سال شروع ہو رہا ہے" اس پر سوچتے ہوئے میرا ذہن ایک اور الہام کی طرف بھی منتقل ہو گیا اور وہ یہ ہے:

بعد گیارہ انشاء اللہ تعالیٰ

ابھی پرسوں اس الہام کی بات ہمارے گھر میں چل رہی تھی تو میں نے کہا شاید خدا کے ہاں یہ مقدر ہے کہ ہماری ہجرت کے ۱۱ سال ہوں اور گیارہ سال کے بعد ہم واپس وطن چلے جائیں۔ جب امام صاحب نے کہا کہ آپ کی خلافت کے ۱۱ سال پورے ہو گئے اور بارھویں میں داخل ہو گئے ہیں تو میں نے کہا کہ مجھے تو پھر خدا پر حسن ظنی کرتے ہوئے یہ کہنا چاہئے کہ اس الہام کے اس رنگ میں بھی پورے ہونے کے دن آ گئے ہیں کہ خلافت رابعہ کے گیارہ سال کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ کچھ ضرور ہوگا، وہ کیا ہوگا؟ اس کا تعلق دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے ساتھ ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اگرچہ اس الہام کو بابو الٰہی بخش کی موت پر بھی لگایا ہے لیکن جہاں عموماً ذکر ملتا ہے وہاں بنیادی بات یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ بات اس الہام سے قطعی ہے کہ یہ الہام میری صداقت کے اظہار کے لئے ظاہر ہوگا اور بڑی شان کے ساتھ ہوگا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پارٹیشن کے وقت اپنی ہجرت کے وقت کے ساتھ بھی اس الہام کے مضمون کو باندھا تو بعض چیزیں ذوالوجوہ ہوتی ہیں۔ ایک شان سے بھی پوری ہوتی ہیں اور دوسری سے بھی۔ تیسری سے بھی۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس الہام کو جتنی اہمیت دی ہے اور جس غیر معمولی نشان کے طور پر اس کو سمجھا ہے بعید نہیں کہ اس کا زمانہ اب قریب آنے والا ہو کیونکہ پاکستان میں خصوصیت کے ساتھ اور بعض دوسرے ملکوں میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب میں تمام حدیں پھلانگی گئی ہیں۔ بے حیائی کی کوئی بات چھوڑی نہیں گئی۔ اس لئے اس کے مقابل پر خداتعالیٰ کی طرف سے عالمی نشان ظاہر ہونے چاہئیں۔ ایک وہ نشان ہے جو آپ اس وقت دیکھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کی جماعت کو ایک جمعہ پر ایک ہاتھ پر اکٹھا ہونے کی توفیق بخشی ہے اور دنیا کے کونے کونے پر ایک بھی جگہ خالی نہیں نہ شمال میں نہ جنوب میں نہ مشرق میں نہ مغرب میں جہاں جماعت احمدیہ کے امام کا خطبہ جمعہ دیکھا اور سنا نہ جا سکتا ہو تو یہ بھی ایک بہت بڑا نشان ہے لیکن بعد ۱۱ نہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ بعد گیارہ اس سے بھی بڑا نشان ہوگا یا اسی نشان کی کوئی ایسی شان ظاہر ہوگی جس سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کے لئے قوموں کے دل تیار ہوں گے اور یہ جو یبوست کا دور ہے نحوست سی چھائی ہوئی ہے یہ دور انشاء اللہ دور بہار میں بدل جائے گا۔ اس توقع کے ساتھ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارت آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

"میں ہر گز یقین نہیں رکھتا کہ میں اس وقت سے پہلے مروں جب تک کہ میرا قادر خدا ان جھوٹے الزاموں سے مجھے بری..... ثابت نہ کرے......"

یہ ایک دور ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال سے پہلے بہت سے نشانات کی صورت میں ظاہر ہو گیا اور انہی نشانات میں سے ایک الٰہی بخش کذاب کی موت کا نشان تھا جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تفصیل سے فرمایا ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

".....اسی کے متعلق قطعی اور یقینی طور پر مجھ کو ۱۱ دسمبر ۱۹۰۰ء روز پنجشنبہ کو یہ الہام ہوا:

بر مقام فلک شدہ یا رب
گر امیدے دہم مدار عجب

بعد ۱۱۔ انشاء اللہ میں نہیں جانتا کہ گیارہ دن ہیں یا گیارہ ہفتہ یا گیارہ مہینے یا گیارہ سال مگر بہر حال ایک نشان میری بریت کے لئے اس مدت میں ظاہر ہوگا"۔

(اربعین نمبر ۴ صہ ۲۱ حاشیہ)

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے بعض الہام ذوالوجوہ ہوتے ہیں۔ گیارہ سال تک آپ" نے فرمایا ایک شان کے ساتھ پورا ہو گیا۔ اگر یہ اس کی آخری حد ہوتی تو حضرت مصلح موعود" جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ساری جماعت سے بڑھ کر عرفان تھا وہ کبھی یہ نہ کہتے کہ میری ہجرت پر بھی یہ الہام لگ گیا ہے۔ اس لئے تذکرہ میں نیچے یہ نوٹ ہے کہ بعض الہام ذوالوجوہ ہوتے ہیں تو اگر ایک معنی میں پورا ہوا ہے تو ایک اور معنی میں پھر بھی پورا ہو سکتا ہے جس کا بنیادی تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت سے ضرور ہوگا۔ یہ مضمون ہے جو میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں تاکہ آپ کو اس کے لئے دعا کی طرف توجہ ہو اور خصوصیت سے دعا کریں کہ بعد ۱۱ کا جو دور شروع ہو رہا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کناروں سے کناروں تک برکتوں سے بھر دے۔ فرماتے ہیں:

"برمقام فلک شدہ یارب
گر امیدے دہم مدار عجب

خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ تیری دہائی اب آسمان تک پہنچ گئی ہے......"

اس مضمون کا جماعت احمدیہ کی آج کی دہائی سے بڑا تعلق ہے۔ تکلیفوں کا اتنا لمبا عرصہ گزرا ہے۔ پاکستان میں احمدیوں نے اتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں کہ واقعۃً احمدیوں کی بعض راتیں دہائیاں دیتے گزر گئیں اور مسلسل دہائیاں دیتے رہے ہیں۔ لفظ دہائی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے استعمال کیا ہے اس سے بہتر یہ مضمون بیان نہیں ہو سکتا تھا اور جماعت احمدیہ کے حالات پر یہ بہترین طور پر صادق آتا ہے تو لفظ دہائی کا یہ بہت پیارا استعمال ہے۔ فرمایا:

"..... تیری دہائی اب آسمان تک پہنچ گئی ہے۔ اب میں اگر تجھے کوئی امید اور بشارت دوں تو تعجب مت کر۔ میری سنت اور موہبت کے خلاف نہیں۔ بعد ۱۱۔ انشاء اللہ"

فرمایا اس کی تفہیم نہیں ہوئی۔ تو ایک دفعہ امید ظاہر فرمائی ہے کہ اس کے یہ معنی ہوں گے لیکن ساتھ ایک اور دروازہ یہ فرما کر کھول دیا کہ اس کی تفہیم نہیں ہوئی یعنی جو معنی میں بیان کرتا ہوں میں اپنی امید اور توقع کے مطابق بیان کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معین تفہیم نہیں ہوئی۔ پس جب خدا نے دروازہ کھلا چھوڑ دیا ہے تو کیوں نہ ہم توقع رکھیں کہ اس دور میں بھی خدا اس الہام کو اس شان کے ساتھ پورا کرے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے کل عالم میں چہار دانگ عالم میں ڈنکے بجنے لگیں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ ہم اپنے کانوں سے ان تصدیق کی آوازوں کو سنیں۔ اپنی آنکھوں سے دور ظفر موج کو دیکھیں اور ہماری آنکھیں بھی ٹھنڈک پائیں اور دل بھی شاداں ہوں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہو اور جلد تر ہو"۔

حضور انور کے ارشادات پر دوبارہ نظر کی جائے تو یہ باتیں نمایاں ہو کر ابھرتی ہیں کہ خلافت رابعہ کے گیارہ سال مکمل ہونے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ:

○○ خداتعالیٰ کی طرف سے غیر معمولی نوعیت کے پر شوکت عالمگیر نشانات ظاہر ہوں گے۔

○○ ان نشانات کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے ساتھ ہوگا اور آپ کی صداقت کے کل عالم میں ڈنکے بجنے لگیں گے۔

○○ یہ نشانات اس شان سے ظاہر ہوں گے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کے لئے قوموں کے دل تیار ہوں گے۔

○○ ان نشانات کے ذریعہ یبوست اور نحوست کا دور ختم ہوگا اور دور بہار میں بدل جائے گا۔

○○ نشانات کا یہ سلسلہ محدود الوقت نہیں ہوگا بلکہ ایک دور ظفر موج کی طرح بڑھتا چلا جائے گا۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ میں جن توقعات اور دعاؤں کا ذکر فرمایا ان سب کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت عطا فرمایا اور ہم سب اس بات کے زندہ گواہ ہیں کہ خلافت رابعہ کے گیارہ سال پورے ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے عالمگیر جماعت احمدیہ کے لئے غیر معمولی فتوحات اور نشانات کے دروازے کھول دیئے ہیں اور انشاء اللہ یہ سلسلہ بڑھتا اور پھولتا پھلتا چلا جائے گا۔ تفصیلات میں جانے کا یہ موقع نہیں لیکن تحدیث نعمت کے طور پر اس دور ظفر موج کے آغاز میں۔ صرف ایک سال کے عرصہ میں۔ ظاہر ہونے

MORSONS CLOTHING
Ladies and Children Clothing Specialists in
SCHOOL UNIFORMS
Main Showrooms:
682/4 Uxbridge Road, Hayes,
Tel: 081 573 6361/7548
Kidswear Showroom:
54 The Broadway, Ruislip Road, Greenford
Ladieswear Showrooms:
34 The Broadway, Ruislip Road, Greenford
Children and Ladieswear Showrooms:
51 High Street, Wealdstone

ASIAN AND ENGLISH
JEWELLERY
BEST DISCOUNTS
MEDINA
JEWELLERS
VAT REGISTERED
1 CALARENDEN ROAD
WHALLY RANGE
MANCHESTER M16 8LB
061 232 0526

والے غیر معمولی نشانات میں سے چند ایک نشانات کا بطور نمونہ اجمالی تذکرہ کرتا ہوں۔

عالمی بیعت کی تقریب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک عظیم الشان عالمگیر نشان جو اس شان و شوکت کے ساتھ پہلی بار ظاہر ہوا اور جس نے ثابت کر دیا کہ واقعی اللہ تعالیٰ کے فرستادہ کی تائید کے لئے قومیں تیار ہو چکی ہیں عالمی بیعت کی تقریب سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ تقریب جلسہ سالانہ برطانیہ کے آخری روز یکم اگست ۱۹۹۳ء کو اسلام آباد (انگلستان) میں منعقد ہوئی جس میں دو لاکھ چار ہزار سے زائد افراد نے بیک وقت سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان افراد نے جو مختلف قومیتوں اور مختلف رنگ و نسل سے تعلق رکھتے تھے اکناف عالم میں بیٹھے ہوئے مواصلاتی رابطہ کے ذریعہ اس تقریب میں شرکت کی اور ساری دنیا میں بیک وقت توحید باری تعالیٰ، رسالت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور صداقت مسیح موعود علیہ السلام کی صدا اس شان سے بلند ہوئی کہ اس کی نظیر تاریخ عالم میں دکھائی نہیں دیتی۔ بیعت کنندگان نے اپنی اپنی زبانوں میں بیعت کے الفاظ دہرا کر عالمی وحدت کا ایک فقید المثال منظر پیش کیا جو نہایت روح پرور اور ایمان افروز تھا۔

اس پہلی تاریخ ساز عالمی بیعت کے بعد یہ سلسلہ آگے سے آگے بڑھتا جا رہا ہے۔ جلسہ سالانہ جرمنی ۱۹۹۳ء کے موقع پر ایک ہزار چھ سو افراد نے حضور انور کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان خوش قسمت افراد میں تیرہ سو سے زائد ایسے افراد تھے جو یورپ کے باشندے ہیں۔ حال ہی میں خدام الاحمدیہ جرمنی کے سالانہ اجتماع ۱۹۹۴ء کے موقع پر بھی قریباً ایک ہزار افراد نے بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ سب تقاریب بھی مواصلاتی رابطہ کے ذریعہ ساری دنیا میں دیکھی اور سنی گئیں۔

الفضل انٹرنیشنل کا اجراء

جنوری ۱۹۹۴ء میں لندن سے الفضل انٹرنیشنل کا اجراء بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں میں سے ایک عظیم فضل ہے جس نے عالمگیر جماعت احمدیہ کو رابطہ کا ایک اور موثر ذریعہ عطا فرمایا ہے۔ اس اخبار کے ذریعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات اور دیگر ارشادات پوری آزادی اور باقاعدگی کے ساتھ اکناف عالم میں پہنچ رہے ہیں اور نظام خلافت اور امام جماعت کے ساتھ قریبی تعلق کی وہ صورت میسر آئی ہے جو اس سے پہلے نہیں تھی۔

ریویو آف ریلیجنز کی نئے انداز میں اشاعت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں اشاعت اسلام کے لئے رسالہ ریویو آف ریلیجنز جاری فرمایا تھا۔ یہ رسالہ اس روز سے باقاعدہ شائع ہو رہا ہے۔ جنوری ۱۹۹۴ء سے حضور انور کے ارشاد و ہدایت کے مطابق یہ رسالہ نئے انتظام کے تحت نئی آن بان کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ نئے انداز میں رسالہ کی اشاعت نے اس کی افادیت اور عالمگیر تاثرات میں اضافہ کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اشاعت اسلام کا ایک موثر ذریعہ جماعت کو عطا ہوا ہے۔

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کا آغاز

اس ایک سال کے عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو جو عظیم الشان انعام عطا فرمایا ہے وہ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ (M.T.A.) ہے۔ اس کا باقاعدہ آغاز ۷ جنوری ۱۹۹۴ء کو ہوا جبکہ یورپ میں روزانہ تین گھنٹے اور ایشیا، مشرق وسطی اور مشرق بعید کے لئے روزانہ بارہ گھنٹے کی نشریات کا آغاز کیا گیا۔ اس طرح جماعت احمدیہ عالمگیر کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہوا ہے کہ یہ واحد مسلم جماعت ہے جس کا اپنا ایک مستقل ٹیلی ویژن سٹیشن ہے۔

اس ٹیلی ویژن کی برکت سے اکناف عالم میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے اور دنیا کی مختلف زبانوں میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد کا اعلان ہو رہا ہے۔ لاریب یہ وہ عظیم الشان وسیلہ ہے جس کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام ہر روز بڑی شان کے ساتھ پورا ہو رہا ہے کہ:

”میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا“

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگراموں میں دن بدن وسعت پیدا ہو رہی ہے اور زبانوں اور علاقوں کے اعتبار سے اس کی افادیت کا دائرہ وسیع تر ہو رہا ہے۔ اکناف عالم میں پھیلے ہوئے احمدیوں کے لئے ہر روز اپنے پیارے امام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی دید کے سامان ہو گئے ہیں اور ہر طرف عید کا سماں ہے۔

اسیران راہ مولیٰ کی رہائی

اس ایک سال کی ایک اور برکت اسیران راہ مولیٰ کی باعزت رہائی ہے جو ۲۰ مارچ ۱۹۹۴ء کو عمل میں آئی۔ ان سب کی رہائی سے بریت والا مضمون بھی پورا ہوا اور دس سال کے لمبے عرصہ میں کی جانے والی دعاؤں کی عملی تعبیر بھی ظاہر ہوئی۔ اسیروں کی رہائی سے عام طور پر صرف ان کے رشتہ دار شاد کام ہوتے ہیں لیکن یہ کیسے مبارک قیدی تھے کہ یہ گھروں کو آئے تو ان کے محبوب امام اور ایک کروڑ سے زائد احمدیوں کے سینے ٹھنڈے ہو گئے۔ ان کی رہائی قبولیت دعا کا عظیم اعجاز ہے۔

یہ چند امور بطور نمونہ عرض کئے ہیں۔ حق یہ ہے کہ اس بابرکت دور کے آغاز میں نازل ہونے والے فضلوں کی کوئی انتہا نہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان افضال کا سلسلہ ہمیشہ جاری و ساری رہے اور ہر پہلو سے ترقی پذیر رہے۔ آمین

ASIAN JEWELLERY AT
DISCOUNTED PRICES
LATEST DESIGNS IN STOCK
UK DELIVERY ARRANGED
CUSTOMER DESIGNS WELCOME
REPAIRS AND ALTERATIONS
DULHAN JEWELLERS
126 MILTON STREET
PALFREY, WALSALL
WEST MIDLAND WS1 4LN
PHONE 0922 33229

✤✤✤✤ ہم کوئی ترک وفا کرتے ہیں ✤✤✤✤

(مبشر احمد محمود، ایم۔ اے)

شارجہ کرکٹ گراؤنڈ میں پاکستان اور بھارت کا میچ تھا اور تھا بھی فائنل۔ (یہ ۲۲ اپریل ۱۹۹۴ء کا ذکر ہے) ایک مرحلہ پر مقابلہ بہت سخت ہو گیا تھا۔ ذہنی دباؤ اتنا بڑھ گیا تھا کہ جیت کے علاوہ کسی دوسرے خیال سے ہی جھرجھری سی آ جاتی تھی۔ دیکھنے والوں کے انہماک کا یہ عالم تھا کہ ایک تقریباً اسی سالہ بزرگ خاتون جنہیں ایسے شغل سے ذرا بھر دلچسپی نہ تھی اس دن میں نے دیکھا کہ نظر کی عینک لگائے صبح ہی سے اپنے بچوں اور پوتوں، نواسوں کے ساتھ ٹی وی کے سامنے بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب شور ذرا زیادہ ہو جاتا تو آنکھیں سکیڑ کر اتنے غور سے دیکھنے کی کوشش کرتیں کہ سارا چہرہ آنکھوں کے گرد اکٹھا ہو جاتا۔ فوراً پوچھتیں کیا ہوا؟ کیا ہوا؟ آخر میں نے پوچھ ہی لیا کہ اماں جی جب آپ کو سمجھ نہیں آ رہی تو کس لئے بیٹھی ہوئی ہیں۔ کہنے لگیں بیٹا سمجھ کیا آنی ہے، مجھے تو ٹھیک طرح نظر بھی نہیں آ رہا لیکن جب سے بیٹھی ہوں مسلسل دعا کر رہی ہوں کہ ”اے خدا پاکستان کو فتح دینا۔ تم لوگوں کا جوش اور پریشانی دیکھ کر اور بھی زیادہ دعا شروع کر دیتی ہوں کہ خدایا میرے بچے مایوس نہ ہوں“

اور یہ صرف ایک گھر کی بات نہیں، اس دن ہر گھر میں یہی کچھ ہو رہا تھا۔ صرف اسی دن نہیں ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ کوئی بھی میچ ہو۔ کوئی بھی موقع ہو، جہاں بھی پاکستان کی فتح اور وقار کا سوال ہو ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ جوش و خروش اور جذبوں کی ایک ایسی ہوا ہر طرف چل پڑتی ہے کہ جس میں وطن سے بے پناہ محبت کی مہک ہر دل و دماغ کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ بازار سنسان ہو جاتے ہیں گلی محلوں میں سناٹا طاری ہوتا ہے۔ کام پر جانے والے چھٹیاں لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اگر کوئی مجبوراً گھر سے نکلتا بھی ہے تو ریڈیو کانوں کے ساتھ چپکا ہوتا ہے۔ نوجوان کئی کئی دن پہلے سے ایسی بحثوں اور تبصروں میں مصروف نظر آنے لگتے ہیں جن میں بات ہمیشہ اور ہر صورت میں پاکستان کی برتری اور فتح پر ختم ہوتی ہے۔ کوئی دوسری بات قابل قبول نہیں۔

اور پھر معرکہ فتح ہو چکنے کے بعد ان بچوں اور نوجوانوں کی مسرت کا عالم بھی دیدنی ہوتا ہے۔ ٹھیک ہے جلوس نہیں نکلتے، پٹاخے نہیں چلتے اور ہوائی فائرنگ نہیں ہوتی کہ ایسی جان لیوا سرگرمیوں کی اس شہر میں روایت ہی نہیں ہے۔ مگر دلوں میں جو لڈو پھوٹ رہے ہوتے ہیں اور چہروں پر جو پھلجڑیاں چھوٹ رہی ہوتی ہیں ان کی شدت اور حدت کو آسانی سے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اور جب کبھی خدا نخواستہ توقعات پوری نہ ہوں اور پاکستان فتح حاصل نہ کر سکے تو انہیں چہروں پر دنیا بھر کا کرب اور دکھ سمٹ آتا ہے۔ میں نے کئی دفعہ پاکستانی ٹیم کی کسی ہار پر خصوصاً بچوں اور نوجوانوں کو اس طرح تلملاتے اور ہاتھ ملتے دیکھا ہے کہ ان پر رحم آنے لگتا ہے۔

یہی جوش و جذبہ بلکہ جنون ۱۴ اگست، ۲۳ مارچ، ۶ ستمبر اور اسی طرح دیگر قومی دنوں پر دیکھنے میں آتا ہے۔ شہر کے تمام بام و در قومی پرچموں اور جھنڈیوں سے سج جاتے ہیں۔ قومی ترانے گونجنے لگتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کے لبوں پر ”میں بھی پاکستان ہوں، تو بھی پاکستان ہے“ اور ”تو میرا دلبر جان تو میرا پاکستان“ کے الفاظ مچلتے سنائی دیتے ہیں۔

یہ سب کیا ہے؟ یہ وطن سے وفا کی مظاہر ہیں یا بے وفائی کے؟ یہ عشق کے جلوے ہیں یا نفرت کے؟ یہ محبت کے اظہار ہیں یا دشمنی کے؟ ان لوگوں پر پاکستان سے دشمنی اور بے وفائی کے انتہائی تکلیف دہ الزامات لگانے والے ذرا ان باتوں پر بھی غور کریں۔ کچھ دیر کے لئے دوسری بحثوں، باتوں، دلیلوں اور شہادتوں کو چھوڑ دیجئے۔ صرف اتنا کیجئے کہ ایسے کسی موقع پر کبھی ہمارے ربوہ میں آ کر اس کے محلوں اور گلیوں میں پھر کر یہاں رہنے والے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کے چہروں سے پھوٹنے والی مسرت کی کرنوں کو دیکھ لیں اور ان کے لبوں پر مچلنے والے وطن کے نغموں کو سن لیں۔ اور پھر ذرا ٹھہر کر سوچیں کہ خدانخواستہ وطن دشمن ماں باپ کے بچے اس طرح کے ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ماں باپ خود تو وطن سے نفرت کریں اور اپنے بچوں کو اس سے محبت کرنا سکھا دیں؟ خدا نخواستہ اپنے ملک سے بے وفائی کرنے والے ماحول میں سانس لینے اور پلنے بڑھنے والے بچوں کی آنکھوں میں جذبوں کی ایسی چمک پیدا ہو سکتی ہے اور ان کے لبوں پر وطن سے محبت کے ایسے نغمے مچل سکتے ہیں؟ — صرف ایک لحہ کے لئے ان معصوم بچوں کے مجسم دلیل جذبوں اور رویوں پر غور کر لیجئے، ساری حقیقتیں اپنی پوری سچائیوں کے ساتھ واضح ہو کر آپ کے سامنے آ کھڑی ہونگی اور پھر کسی دوسری دلیل کی ضرورت ہی باقی نہیں رہیگی۔ اور ویسے بھی جو محبت ایمان کا جزو ہو اسے بھلا کون چھوڑ سکتا ہے اور جس گھر کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہو اس کی چاہت سے بھلا کوئی کیسے دستبردار ہو سکتا ہے؟ چاہے اس محبت کے جواب میں الزام ملیں یا دشنام ؂

ہم کوئی ترک وفا کرتے ہیں
نہ سہی عشق مصیبت ہی سہی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔
”یاد رکھو خدا کی توفیق کے بغیر دین کی خدمت نہیں ہو سکتی۔ جو شخص دین کی خدمت کے واسطے شرح صدر سے اٹھتا ہے خدا اس کو ضائع نہیں کرتا“۔

(ملفوظات جلد ۳ صـ ۴۰۵)

IMPORTERS & EXPORTERS
OF
READY MADE
GARMENTS
S.S. ENTERPRISES
TELEPHONE AND FAX NO:
081 788 0608

خطبہ جمعہ

اخلاق سنوارنے کے دو ہی طریق ہیں۔ ایک نصیحت کے ذریعہ اور ایک عمل کے ذریعہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کا سب سے بڑا ہتھیار حسن عمل تھا

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۲۰ مئی ۱۹۹۴ء مطابق ۹ ذوالحجہ ۱۴۱۴ ہجری/ ۲۰ ہجرت ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم. الحمد لله رب العٰلمين. الرحمٰن الرحيم. مٰلك يوم الدين. إياك نعبد وإياك نستعين. اهدنا الصراط المستقيم. صراط الذين أنعمتَ عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين.﴾

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ (سورہ الدھر، ۹، ۱۰)

قرآن کریم نے اللہ کی عبادت کے بعد جو سب سے زیادہ زور دیا ہے وہ خدمت خلق پر ہے اور حقیقت میں یہ دو ہی دین کے حصے ہیں یا اللہ کی عبادت ہے یا بنی نوع انسان سے اچھے تعلقات، خدا کی مخلوق سے محبت کرنا۔ اور بارہا پہلے بھی میں یہ جماعت کو سمجھا چکا ہوں یہ دو الگ مضمون نہیں ہیں بلکہ ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔ جتنا آپ کو عبادت کا مفہوم سمجھ آئے گا، جتنا آپ عبادت کا حق ادا کریں گے اس کے ساتھ ساتھ ہی بنی نوع انسان سے تعلقات کی شاخ بھی نشو و نما پاتی چلی جائے گی اور یہ دونوں شاخیں اکٹھی بڑھتی ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ عبادت کی شاخ تو صحت مند ہو اور نشو و نما پا رہی ہو اور بنی نوع انسان سے تعلقات کی شاخ مرجھا جائے اور اس کی جگہ بہت ہی کریہہ المنظر، کانٹے دار، کسیلی، کڑوی شاخیں نکل آئیں۔ اگر ایسا ہو تو یہ اس بات کا قطعی ثبوت ہو گا کہ عبادت کرنے والے کی عبادت رائیگاں گئی ہے۔ اس کو عبادت کے مفہوم سے کوئی آشنائی نہیں۔ وہ دھوکے میں ہے کہ عبادت کرتا ہے کیونکہ خدا کی عبادت کرنے والا خدا کی مخلوق سے محبت کے سوا اور کوئی راہ نہیں پاتا۔

پس اس پہلو سے بنی نوع انسان کے ساتھ رابطہ بڑھانے میں عبادت اور پر خلوص عبادت کو بہت گہرا دخل ہے۔ اور پر خلوص عبادت کی پہچان انسانی سطح پر دکھائی دیتی ہے۔ جو خدا کی سطح پر ہے وہ تو آپ دیکھ نہیں سکتے۔ انسانی سطح پر جو دیکھ سکتے ہیں وہ حسن خلق سے پہچان سکتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی مخلوق سے، بنی نوع انسان سے، مجبور اور مقہور لوگوں سے خدا کا بندہ جس طرح سلوک کرتا ہے اسی حد تک اس کی عبادت خدا کے ہاں مقبول دکھائی دینے لگتی ہے۔ پس اس پہلو سے میں نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی ان احادیث کا انتخاب کیا ہے، بکثرت ایسی احادیث ہیں اور حقیقت میں ان پر احاطہ نہیں ہو سکتا، جن کا بنی نوع انسان کے باہمی تعلقات سے تعلق ہے اور انسان کے اخلاق کی تعمیر کرنے والی احادیث ہیں۔ کیونکہ آپ کے اخلاق کی تعمیر کا آغاز آپ کے گھر سے ہوتا ہے۔ آپ کے اخلاق کی تعمیر کا آغاز گھر سے ہو کر ہمسایوں پر اثر دکھاتا ہے۔ ہمسایوں کے بعد پھر یہ باہر کا رخ اختیار کرتا ہے، درجہ بدرجہ، سلسلہ بہ سلسلہ اپنوں سے غیروں کی طرف سفر شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ اس سفر کے نتیجے میں آپ کو انسانیت کا نیا عرفان نصیب ہونے لگتا ہے۔ تعلقات کے ذوق بلند ہونے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ کل تک جو غیر تھا وہ اپنا دکھائی دینے لگتا ہے اور جو اپنے ہیں وہ اپنے رہنے کے باوجود غیروں کے حقوق پر دخل انداز نہیں ہو سکتے یعنی اپنائیت کا ایک نیا مضمون انسان کے سامنے ابھرتا ہے۔

اگر خدا کے تعلق میں انسان کے تعلقات کا دائرہ نہ بڑھے تو پھر اپنے اپنے رہتے ہیں اور ہر حالت میں ان کے مفادات کو انسان دوسروں پر ترجیح دیتا ہے۔ لیکن یہ جو سفر ہے جس کی طرف میں آپ کو بلا رہا ہوں جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی اختیار فرمایا اور تمام بنی نوع انسان کو اسی طرف آنے کی دعوت دی یہ مضمون اور ہے، اس عام انسانی تعلق سے مختلف۔ اس مضمون کی رو سے آپ کے جو اپنے گھر والوں سے تعلقات درست ہوتے ہیں اور اسوہ نبوی پر درست ہوتے ہیں تو پھر وہاں ٹھہرتے نہیں۔ پھر ہمسایوں کے ساتھ تعلقات استوار ہوتے ہیں اور درست ہوتے ہیں۔ پھر ہمسایوں سے آگے بڑھ کر اہل محلّہ اور اہل شہر اور اہل ملک یہاں تک کہ یہ پھیلتے چلے جاتے ہیں اور تمام حدود اس بات سے عاری ہو جاتی ہیں کہ ان کو روک سکیں اور محدود جگہ میں مقید کر سکیں۔ علاقائی حدود کو بھی یہ تعلقات پھلانگ جاتے ہیں۔ قومی حدود کو بھی یہ تعلقات پھلانگ جاتے ہیں۔ نسلی حدود کو بھی یہ تعلقات پھلانگ جاتے ہیں۔ رنگ کی حدود کو بھی یہ تعلقات پھلانگ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ عالمی صورت اختیار کر جاتے ہیں اور وہاں پھر کل عالم اپنا ہی خاندان کا ایک حصہ دکھائی دینے لگتا ہے اور اسی کے نتیجہ میں سچا انصاف جنم لیتا ہے ورنہ اگر اپنوں اور غیروں میں فرق دکھائی دیتا رہے تو پھر حقیقت میں آپ انصاف کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ تبھی قرآن کریم نے اس مضمون کو بڑھاتے بڑھاتے ایتاء ذی القربیٰ تک پہنچا دیا۔ یہ مراد نہیں ہے کہ اپنوں سے اور سلوک کرو اور ذوالقربیٰ سے اور سلوک کرو۔ ذوالقربیٰ کے سلوک سے مراد ہے ہر مومن کا ہر دوسرے سے سلوک عدل سے شروع ہوتا ہے، احسان کی تمام منازل طے کرنے کے بعد ذوالقربیٰ کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے اور پھر وہاں سارے اپنے دکھائی دیتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے اس مضمون کو سمجھانے کی خاطر انسان کو اللہ تعالیٰ کے عیال قرار دیا اور عیال سے مراد ہے جیسے گھر کے سب افراد ہوں۔ ذوی القربیٰ کی ایک دوسری اصطلاح عیال ہے، عیال اللہ۔ اگر سب مخلوق اللہ کی عیال ہے تو آپ کا تعلق عیال کے تعلق میں اسی طرح ڈھلے گا جیسے گویا آپ کی عیال ہو اور یہی وہ مضمون ہے جو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے اسوہ کے حوالے سے جماعت کو سمجھا رہا ہوں۔ عالمی تبلیغ کے ساتھ اس کا گہرا تعلق ہے، عظیم عالمگیر روحانی انقلاب برپا کرنے کے ساتھ اس کا گہرا تعلق ہے۔ اس کے بغیر آپ کو یہ اہلیت نصیب ہی نہیں ہو سکتی۔ لیکن جب میں گھروں پر نظر ڈالتا ہوں تو بہت سے گھروں کے حالات دیکھ کر دل دہل جاتا ہے کہ ہم نے تو ابھی اس سفر کا بعض جگہ آغاز بھی نہیں کیا۔ بہت سے احمدی گھر ہیں جہاں تعلقات بھیانک صورت میں پائے جاتے ہیں۔ جہاں باپ بچوں کے حقوق ادا نہیں کرتا۔ بیوی خاوند کے حقوق ادا نہیں کرتی۔ بچے ماں باپ کے حقوق ادا نہیں کرتے۔ ان کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ روزمرہ کی زندگی میں آپس میں گفتگو کیسے کی جاتی ہے۔ تحکمات یا اعتراضات یا بدخلقی کا شکار ہو کر وہ خاندان جہنم کا نمونہ بن جاتے ہیں اور پھر آگے اولادیں اتنا دور ہٹ جاتی ہیں کہ بعض دفعہ انسان ان کے حالات پر غور کر کے حیران کیا رہ جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حیرانی اس کے لئے کافی نہیں۔ بعض خط میں پڑھتا ہوں تو جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ ایک بیٹی لکھتی ہے ماں سے متعلق، ایسی بدخلق عورت ہے اور تمام عمر اس نے میرے باپ کو ایسے ایسے دکھ دئے ہیں کہ میں کچھ نہیں کہہ سکتی مگر آپ جتنی نصیحت کریں میرے دل سے اس ماں کے لئے دعا نہیں نکل سکتی۔ اور ایک لڑکی اپنے باپ کے متعلق لکھتی ہے کہ ایسے ظلم کئے ہیں اس نے ماں پر اور پھر ان کے حوالے سے ہم سب پر اور یہاں تک کہ گندی گالیاں دینا تکیہ کلام بن گیا ہے۔ اور ہمارے حوالے سے ہمارے سامنے کہتا ہے کہ یہ میری اولاد نہیں ہے۔ جہاں یہ حالات ہوں وہاں عالمگیر انقلاب کا تصور محض ایک جنت الحمقاء میں بسنے والی بات ہے، اس کا کوئی بھی حقیقت سے تعلق نہیں۔

پس وہ خشک شاخیں ہیں جن کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے درخت وجود کی سرسبز شاخوں میں کچھ ایسی بھی ہیں جو خشک ہو چکی ہیں۔ فرمایا وہ کاٹی جائیں گی کیونکہ اس درخت نے تو ضرور سبز و شاداب رہنا ہے۔ اس کا تو مقدر ہے کہ اس کی شاخیں تمام دنیا پر پھیل جائیں، تمام عالم پر محیط ہو جائیں، اور روحانی پرندے اس میں گھونسلے بنائیں اور اس کی شاخوں

میں آرام پائیں اور اس کے پھل پھول سے لذتیں حاصل کریں۔ لیکن ایسی بھی ہیں جو خشک شاخوں میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ تم میرے وجود سے کاٹی جاؤگی اور جہنم تمہارا ٹھکانا ہے۔ اسی طرح جس طرح کہ خشک شاخوں کے لئے آگ کے سوا اور کوئی ٹھکانا نہیں ہوا کرتا۔ ان کا انجام اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا پس اس پہلو پر نظر پڑتی ہے تو دل دہل جاتا ہے۔

یہ میں جانتا ہوں اور کامل یقین ہے کہ جماعت کی بھاری اکثریت ان بدبختیوں سے آزاد ہے اور مبرا ہے لیکن بہت سے بیچ میں داخل ہیں اور جماعت کی طرف منسوب ہو رہے ہیں اور اپنے ماحول میں اپنی عفونت پھیلا رہے ہیں اور ان کے بد نمونے باہر نکلتے ہیں اور جماعت کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اس لئے ان سب کو سنبھالنا ہمارا فرض ہے۔ محض اس لئے نہیں کہ وہ جماعت کے لئے بدنامی کا موجب ہیں بلکہ اس لئے کہ ہمدردی کے وہ بھی تو مستحق ہیں۔ ہم کیسے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ آگ میں جلنے والی لکڑیاں ہیں ان کو جلنے دو۔ اگر یہ طرز عمل درست ہوتی، اگر یہی رجحان حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا رجحان ہوتا تو تمام دنیا آگ میں جل جاتی۔ ایک ایک کے لئے آپ کا دل نرم ہوا اور پگھلا، ایک ایک کے لئے آپ کی رحمت پانی بن کے برسی اور جہاں گئے وہ تلخیوں کی آگ بجھاتے رہے بلکہ آپ کی دعائیں آج کی تلخیوں کی آگ بجھانے میں مددگار ثابت ہو رہی ہیں۔ آپ ہی کا فیض ہے جو احمدیت بن کے ابھرا ہے اور آپ ہی کی رحمت اور دعاؤں کی بارشیں ہیں جو احمدیت پر برس رہی ہیں اور ہمیں دھو رہی ہیں اور ہمیں پاک کر رہی ہیں۔ پس اس پہلو سے ان لوگوں کی اصلاح کی طرف توجہ بے انتہا ضروری ہے۔ تمام دنیا کی جماعتوں کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ اخلاق کے مضمون کو سن کر یہ نہ سمجھیں کہ ہر انسان خود بخود سنے گا اور اس کے اندر پاک تبدیلی پیدا ہو جائے گی بلکہ بعض اخلاقی قدریں ایسی ہیں جن کی نظام جماعت کو بہر حال حفاظت کرنی ہوگی اور روزمرہ کی زندگی

نیک ہمسائیگی ایک بہت ہی بڑا خلق ہے اور اس کے اختیار کرنے سے انسان کئی قسم کی بدیوں سے بچ سکتا ہے اور کئی قسم کی نعمتوں کو پالیتا ہے

میں کسی احمدی کا کوئی ایسا فعل جو اس کے خاندان کو جہنم میں دھکیلنے والا ہو اس کو دیکھ کر جانتے بوجھتے ہوئے آپ برداشت کر جائیں اور آرام کی نیند سو جائیں، اگر ایسا ہو تو پھر آپ کے ایمان میں کوئی فرق ہے۔ اگر ایسا ہے تو آپ نے سنت کا مضمون ہی نہیں سمجھا، حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے تعلق کا مفہوم ہی آپ پر روشن نہیں ہوا۔

اس تعلق کے حوالے سے اور اس بنیادی اصول کے پیش نظر جو میں نے آپ کے سامنے کھول کر رکھا ہے کہ عبادت کو سچا کر دیں، عبادت میں اخلاص اور پیار کے رنگ بھر دیں جو خدا تعالیٰ سے ذاتی تعلق کی صورت میں منتج ہو پھر بنی نوع انسان کی طرف ویسا سفر کریں جیسا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے "دنیٰ فتدلیٰ" کی صورت میں کیا۔ خدا کے قریب ہوئے، پھر زمین پر جھک گئے اور بنی نوع انسان کی ہمدردی میں ان کی بدیاں دور کرنے میں اپنی دعائیں صرف کر دیں، اپنے پاک نمونے صرف فرما دئے اور اس طرح رفتہ رفتہ وہ عظیم انقلاب مکہ اور مدینہ میں برپا ہوا جس نے آئندہ آنے والی دنیا کو تبدیل کرنا تھا۔ وہ ایک ایسی ساعت تھی جس کے بطن سے ایک اور ساعت نے پیدا ہونا تھا اور یہ آخرین کا زمانہ وہی زمانہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں رونما ہونے والا انقلاب از سر نو رونما ہو رہا ہے اور ہو کر رہے گا کوئی اس کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ مگر وہ بدنصیب جو اس انقلاب کی راہ میں روک بنتے ہیں اپنے کہلا کر راستے میں روڑے اٹکاتے ہیں اور اپنی بداخلاقیوں کی وجہ سے اپنے لئے جہنم لیتے ہیں اور اپنی اولاد کو بھی جہنم میں دھکیلتے ہیں ان کی اصلاح لازماً محض دور کی نصیحت سے نہیں بلکہ قریب کی نگرانی سے بھی کرنی ہوگی۔ اس لئے جماعت احمدیہ کو ہر جگہ یہ چاہئے کہ وہ اصلاحی کمیٹیاں جو اس کام کے لئے میں نے مقرر کی ہیں ان کو کہہ کر ایسے بداخلاق گھروں کی نگرانی کا انتظام کریں اور انہیں بار بار نصیحت سے سمجھانے کو کوشش کریں تاکہ ہر گھر میں وہ جنت پناہ لے لے (یعنی جنت پناہ لینے سے مراد میری یہ ہے کہ محمد رسول اللہؐ کی سنت میں ہی جنت پناہ لیتی ہے اور اس کے سائے میں آکر جنت پلتی اور نشوونما پاتی ہے ورنہ ہم جنت کی پناہ میں آتے ہیں) تو یہ عمداً اس لئے کہہ رہا ہوں کہ وہ جنت پناہ لے لے محمد رسول اللہ کی سنت میں۔ اور اس جنت کا سایہ پھر پھیلتا چلا جائے گا اگر وہ سنت نبوی کی جنت ہے۔ یہ وہ ضروری پیغام ہے جس کے متعلق عمل میں تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔ بسا اوقات نظام جماعت تک آواز پہنچتی ہے اور کچھ دیر کے لئے گرم جوشی کا نمونہ دکھاتے ہیں پھر مدھم پڑ جاتے ہیں مگر اخلاقی

جہاد ایک بہت ہی بڑا اور اہم جہاد ہے اور اسلام کے عالمگیر جہاد کا ایک لازمی حصہ ہے۔ اس لئے حتی المقدور کوشش کریں کہ ایسے لوگ بچائے جائیں اور اگر بچائے نہیں جا سکتے، پوری کوشش کے باوجود ان کو بچانا آپ کے بس میں نہیں یا آپ کی کوششیں مقبول نہیں ہوتیں اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر انہیں بچانے کا فیصلہ نہیں کرتی تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس حکم کو یاد رکھیں کہ یہ شاخیں ہیں جو کاٹی جائیں گی پھر ان کو ساتھ لے کر آگے نہ چلیں۔ پھر بہتر یہ ہے کہ ہلکے بدن کے ساتھ تیز تر سفر اختیار کریں اور ان شاخوں کو جن کو بچانے کی ہر ممکن کوشش آپ نے کی، ان کو کاٹ کر الگ پھینک دیں اور اس کے متعلق کاروائی میں پہلے

آپ کا حسن خلق کا سفر حسن عمل سے شروع ہوگا محض زبان کی نصیحت سے نہیں

صبر کی ضرورت ہے۔ کچھ عرصہ مسلسل صبر کے ساتھ، دعاؤں کے ساتھ، اخلاص کے ساتھ، نفرت اور خشونت کے ساتھ نہیں، نرمی اور پیار کے ساتھ ان کو نصیحت کرتے چلے جائیں، ان کے حالات درست کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہو جائے اگر ایسا نہ ہو تو پھر ان کو کاٹ کر الگ پھینکنا ضروری ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ماؤف حصہ ہے جماعت کا، جس کا ساتھ رہنا دوسرے حصوں کے لئے بھی نقصان کا موجب بن سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے کس قسم کے معاشرہ کو جنم دیا۔ کس قسم کے معاشرہ کی پرورش کی اور اس کی تعمیر فرمائی۔ چھوٹی چھوٹی بعض نصیحتوں میں اس کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے متعلق ابوذرؓ بیان کرتے ہیں:

قال قال رسول اللہؐ یانساء المسلمات لا تحقرن لجار تہا ولو فرسن شاۃ

مراد یہ ہے کہ کوئی عورت اپنی ہمسائی کو حقیر نہ جانے ولو فرسن شاۃ خواہ ایک بکری کے پائے کے ذریعے ہی اس کے ساتھ تعلقات قائم کرے۔

اب یہ بہت ہی پاکیزہ نصیحت ہے اور بہت ہی اعلیٰ فصاحت و بلاغت کا ایک مرقع ہے۔ ہمسائی کو حقیر نہ جانے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ ہمسائی کو تحفہ دینا اس کی عزت افزائی ہے۔ اگر تم ہمسائی کو تحفہ نہیں دیتیں تو گویا تمہارے نزدیک اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے اور عموماً انسان میں یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ اپنے برابر کو تحفے دیتا ہے یا اپنے سے بالا کو تحفے دیتا ہے اور اپنے سے چھوٹوں کو بھول جاتا ہے۔ اور یہ سلسلہ Gross Root سے یعنی گھاس کی جڑوں کو سطح سے شروع ہو کر درختوں کی چوٹیوں تک اسی طرح چلتا ہے اور انسان اپنے تعلقات میں جو تحفے تقسیم کرتا ہے اور تحفے وصول کرتا ہے وہ عموماً برابری کے دائرے میں گھومتے ہیں یا بلند تر لوگوں کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس کے خلاف بہت ہی اہم نصیحت فرمائی۔ فرمایا کہ جب تم خدا کی خاطر کچھ خرچ کیا کرو تو یاد رکھنا کہ یہ تمہارے اندر ہی گھومنے پھرنے والی چیزیں نہ ہوں یہ نیچے بھی اتریں۔ خدا کی خاطر کرتے ہو تو خدا کے سب بندوں کا خیال رکھنا ہوگا۔ اگر خدا کے سب بندوں کا خیال نہیں رکھوگے تو تمہاری یہ نیکیاں جو بظاہر ہمسایوں سے تعلقات کی نیکیاں ہیں یا دوستوں کو تحائف پیش کرنا ہے یہ تمہارے سامنے ننگی ہو جائیں گی یہ تمہارے نفس کی خاطر ہونگی، خدا کی خاطر نہیں ہونگی۔

جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ﴿۹﴾ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ﴿۱۰﴾ (سورہ الدھر ۹، ۱۰)

کہ وہ لوگ جو خدا کی خاطر کھلاتے ہیں ان کے اندر دو صفات نمایاں پائی جاتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ

SELF SERVICE/
COIN OPERATED
LAUNDERETTE AND DRY
CLEANING FACILITIES

J & L LAUNDERETTE

159 PARK ROAD
KINGSTON UPON THAMES

1 HOUR
PHOTO PRINTS
SET A PRINT
246, WIMBLEDON PARK
ROAD, SOUTHFIELDS,
LONDON SW18
PHONE 081 780 0081

"علیٰ حبہ" اللہ کی محبت کی وجہ سے کھلاتے ہیں دوسرے یہ کہ "علیٰ حبہ" جبکہ رزق سے خود محبت ہو اور انسان خود بھوکا ہو اور خود ضرورت مند ہو اس کے باوجود وہ خرچ کرتے ہیں اور یہ دونوں معنے دراصل آپس میں مل کر ایک ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ انسان ایثار اس وقت کرتا ہے جب وہ کسی محبت کی وجہ سے کر رہا ہو ورنہ ایثار کے کوئی معنی نہیں۔ ایثار کا تصور ہی جھوٹا ہے بغیر محبت کے۔ ماں بچے کے لئے ایثار کرتی ہے اس لئے کہ محبت ہے۔ محبوب کی خاطر عاشق ایثار کرتا ہے اس لئے کہ محبت ہے۔ تو ایثار کا لفظ ایسا ہے جس کا اٹوٹ رشتہ محبت کے ساتھ ہے تو اللہ تعالیٰ نے "علیٰ حبہ" فرما کر ایک حیرت انگیز مضمون بیان فرمایا اس قدر غریبانہ حالت ہے تمہاری کہ کھانے سے محبت ہو گئی ہے اور اس کے باوجود تم خرچ کرتے ہو تو کیسے کر سکتے ہو" علیٰ حبہ" اللہ کی محبت کے نتیجہ میں۔ ایک محبت دوسری محبت پر غلبہ پا لیتی ہے اور خدا کی محبت کی خاطر تم ایک مادی چیز کی محبت کو نظر انداز کر کے دھتکار دیتے ہو اور پھر اس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب وہ لوگ تمہارا شکریہ ادا کرتے ہیں تو تم اچانک اس سے تکلیف محسوس کرتے ہو، تم سمجھتے ہو کہ یہ تمہارا شکریہ ادا کر کے تمہاری نیکی کو ضائع کر رہے ہیں۔ تم سمجھتے ہو کہ شکریوں کے ہم مستحق بھی تو نہیں ہیں۔ ہم نے جس کی خاطر، جس منہ کی خاطر، یہ نیکی کی تھی اس سے اپنی جزاء پالی۔ اس محبت کے بدلے میں ہمیں محبت نصیب ہو گئی۔ اب یہ کیسا شکریہ ادا کر رہا ہے یہ تو بے محل ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے "انما نطعمکم لوجہ اللہ" ان کی آواز یہ ہوتی ہے کہ ہم تو اللہ کے چہرے کی خاطر، اللہ کی رضا کی خاطر، اس کا پیار لینے کے لئے تم پر خرچ کر رہے ہیں۔ "لا نرید منکم جزاء و لا شکورا" تمہارا ہمارا شکریہ ادا کرنا اور اس کے بدلے جزاء دینے کی سوچنا بالکل بے تعلق بات ہے۔ جس کی خاطر ہم نے کیا اس سے ہم نے جزاء پالی۔

یہ مضمون بہت ہی گہرا ہے کیونکہ اس سے آگے پھر ایک اور رستہ کھلتا ہے وہ یہ کہ جب بھی بنی نوع انسان کی آپ خدمت کریں اور باوجود اس کے کہ خود ضرورتمند ہیں پھر بھی خدمت کریں اور اللہ کی خاطر، اس کی محبت میں خدمت کریں اور اس کو یہ بتا دیں کہ ہم تمہارے محسن نہیں، اللہ ہمارا محسن بھی ہے اور تمہارا محسن بھی ہے۔ "لا نرید منکم جزاء ولا شکورا" میں یہ دوسرا پیغام بھی ہے کہ جس کی خاطر ہم نے کیا تھا اس کا تمہیں احسان پہنچ رہا ہے ہمارا تو نہیں پہنچ رہا۔ اُن کا تعلق خدا سے قائم کروانے کے لئے ایک بہت ہی عظیم مضمون ہے۔ جس کو یہ سمجھ آجائے کہ یہ احسان کرنے والا خود کر ہی نہیں رہا یہ تو اس کی خاطر کر رہا ہے جس نے اس کو کہا ہے، اس کی توجہ اس طرف پھر جائے گی۔ یہ ویسی ہی بات ہے جیسے کوئی نوکر فقیر کی جھولی میں کچھ ڈال دے اور وہ اس کی بلائیں لے، اس کو دعائیں دے اور وہ کہے کہ نہ نہ ایسا نہ کرو، گھر کی بی بی نے مجھے کہا تھا۔ میں اپنی طرف سے تو نہیں کر رہا میرے مالک نے مجھے یہ تعلیم دی ہے اور حکم دیا ہے کہ جب کوئی غریب آیا کرے اس کو یہ سب کچھ دیا کرو تو اچانک اس کے تعلق کا رخ اس نوکر سے مالک کی طرف پھر جائے گا اور یہی وہ مضمون ہے جو قرآن کریم کی آیت ہمیں سکھلا رہی ہے اس سے عالمگیریت جو ہے اس کا تعلق خدا تعالیٰ کے رب العالمین سے بندھ جاتا ہے اور تربیت کے بہت ہی لطیف مضامین ہمارے ہاتھ آتے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ

جو نعمتیں ظلم کے نتیجہ میں حاصل ہوں وہ لعنتی نعمتیں ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں کوئی حقیقت نہیں

وعلیٰ آلہ وسلم نے بھی ایسی ہی تعلیم دی اور یہ جو کچھ ہوا ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرفان قرآن کے نتیجے میں جو پاکیزہ بہت ہی پیاری نصیحتوں کے طور پر ہمیں حدیثیں عطا ہوئی ہیں ان کے ذریعہ یہ انقلاب برپا ہوتا ہے۔ محض قرآن کا مطالعہ ایک انسان کے لئے کافی نہیں جب تک ایک عارف باللہ کی نظر سے قرآن کا مطالعہ نہ کرے اور قرآن کا عرفان سب سے بڑھ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو تھا۔ اس لئے حدیثوں سے بھی سچا فیض ہم تبھی پا سکتے ہیں اگر قرآن کے مضامین سے ان حدیثوں کو جوڑ کر دیکھیں پھر ایک نیا مضمون ابھر آئے گا۔ ایک نیا معانی کا جہاں آپ کو دکھائی دینے لگے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک بکری کے پائے کے ذریعے ہی سہی۔ اسے حقیر نہ سمجھے اور بکری کا پایہ ایک حقیر سی چیز ہے۔ پاؤں جو زمین پر لگتے ہیں، گند میں ملوث رہتے ہیں، وہ انسانی جسم کا بظاہر سب سے حقیر حصہ ہیں تو فرمایا بکری کے پائے سے نیچے اور کیا چیز ہوگی جو تم کھا سکتے ہو۔ اور جو کچھ بھی بکری میں سے تم کھاتے ہو وہ پاؤں سے برتر ہے اوپر کی چیزیں ہیں۔ تو پایہ ہی سہی، ایک پایہ ہی بھیج دو۔ پائے سے ذلیل تر تو نہ سمجھو۔ یعنی دوسرے لفظوں میں یہ نصیحت فرمادی، ایک قسم کا انگیخت کیا ہے اس کی غیرت کو، اس خدمت خلق کے جذبے کو، کہ اپنی پڑوسن کو ایک پایہ بھی تم نہیں دے سکتیں۔ مراد یہ نہیں کہ پائے پر ہی اکتفا کرو۔ "ولو" کا مضمون بتا رہا ہے کہ چلو اور کچھ نہ سہی اتنا تو کرو اگر یہ بھی نہیں کرو گے تو پھر تمہارے اندر کوئی انسانیت باقی نہیں رہے گی۔ پس یہ وہ تعلیم ہے جسے ہمیں عام کرنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اسوہ کے نتیجے میں وہ تعلقات جو گھروں میں درست ہوں گے۔ باپ بیٹی کے، ماں بیٹے کے، خاوند کے اپنی بیوی سے، بیوی کے خاوند سے، سارے گھر کے رشتے داروں کے، وہ فیض جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت کا گھروں کو پہنچتا ہے وہ وہاں محدود نہیں رہ سکتا۔ رحمۃ للعالمین ہیں۔ یہ فیض پھر ان گھروں کی چار دیواریوں سے نکل کر اور اچھل کر ساتھ کے گھروں میں داخل ہونا چاہئے۔

اور ہمسائیگی کے حقوق کا مضمون بہت ہی اہم ہے۔ میں نے پچھلی دفعہ بھی نصیحت کی تھی کہ یورپ میں بھی اگر آپ نے تبلیغ کرنی ہے تو ہمسائیگی کے حقوق کے ذریعہ یہ سفر شروع کریں اور وہ مضمون یاد رکھیں کہ محض ہمسایوں کو بار بار سلام کرنا اور باتیں کرنے کے لئے ٹھہرا لینا یہ فائدہ نہیں دے گا بلکہ الٹا نقصان پہنچائے گا۔ یہی نصیحت ہے جو کام آسکتی ہے کئی دفعہ انسان سامنے نہ آئے تو زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ ایک تحفہ بھیج دے اور پھر تحفہ بھیج دے یہاں تک کہ لینے والے کے دل میں کرید ہو کہ یہ ہے کون جو مجھ سے بار بار اس طرح کا احسان کا سلوک کر رہا ہے۔ آپ اس کی تلاش کو نہیں نکلیں گے وہ آپ کی تلاش کو نکلے گا۔ اور اس طرح یہ جو ظاہری نعمت ہے یہ ایک باطنی نعمت میں تبدیل ہونے لگ جائے گی۔ آپ محض ظاہری تحائف ہی نہیں دیں گے بلکہ روحانی تحائف کے لئے اس کے دل کو قبولیت کے لئے آمادہ کر دیں گے۔ پس نیک ہمسائیگی ایک بہت ہی بڑا خلق ہے اور اس کو اختیار کرنے سے انسان کئی قسم کی بدیوں سے بچ سکتا ہے اور کئی قسم کی نعمتوں کو پا لیتا ہے۔

جتنا آپ کو عبادت کا مفہوم سمجھ آئے گا، جتنا آپ عبادت کا حق ادا کریں گے اس کے ساتھ ساتھ ہی بنی نوع انسان سے تعلقات کی شاخ بھی نشوونما پاتی چلی جائے گی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (یہ بھی بخاری شریف سے حدیث لی گئی ہے) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے یعنی سچا مومن ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اپنے مہمان کا احترام کرے۔ جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ بھلائی اور نیکی کی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔

یہ تین نصیحتیں آپ نے اللہ اور آخرت کے حوالے سے کی ہیں۔ بیچ کی باتیں بیان نہیں فرمائیں۔ جو ارکان اسلام پر ایمان رکھتا ہے۔ جو رسولوں پر ایمان رکھتا ہے، جو کتابوں پر ایمان رکھتا ہے، یہ ساری باتیں چھوڑ دی ہیں۔ آغاز بیان فرمایا ہے اور انجام بیان فرمایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ سے آغاز کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ ہی سب نعمتوں کا دینے والا ہے اور اللہ ہی سے انسان کو ہر عطا نصیب ہوتی ہے۔ خواہ اسکی آنکھیں ہوں، ناک، کان ہوں، صحت ہو، جو کچھ بھی اس کو میسر ہے یا اس کا رزق ہو یا اور کئی قسم کی نعمتیں جو اسے آئے دن خدا کی طرف سے میسر ہوتی ہیں اور وہ ان کو دیکھتا بھی نہیں اور سوچتا بھی نہیں اس کو پتہ بھی نہیں کہ وہ بعض نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ تو فرمایا جو اللہ پر یقین رکھتا ہے یعنی اللہ کے ابتدائے آفرینش سے انسان کی خاطر جو احسانات شروع ہوتے ہیں ان پر نگاہ رکھتا ہے اور پھر یوم آخرت پر جو انجام ہے اور ان دونوں کے درمیان ایک رشتہ ہے جس کی طرف بطور تنبیہ اشارہ فرما دیا گیا ہے اللہ

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
Muslim TV AHMADIYYA
SKY
TV ASIA

VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD,
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.

S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

نے جو کچھ عطا کیا اگر اس کے بعد انسان مرکھپ کر مٹی ہو جائے تو بے شک اس سے بے پروائی کرتا پھرے اس کو کوئی بھی فکر نہیں ہو سکتی۔ ایک انسان پر آپ جتنا بھی احسان کر لیں اگر بالآخر اس نے آپ کے سامنے پیش نہیں ہونا تو وہ بے شک احسان فراموشیاں کرے اس کو کیا فرق پڑتا ہے۔ تو یہ وجہ ہے کہ آخرت کا مضمون ساتھ ساتھ بیان فرمایا ہے۔ یہ تو ٹھیک ہے نعمتوں سے تم غافل ہو جاؤ گے اور شاید سمجھو کہ کیا فرق پڑتا ہے لیکن اگر کوئی شخص خدا کی نعمتوں پر بھی نظر رکھتا ہو اور آخرت کے دن پر بھی نظر رکھتا ہو یا یوں کہہ دیں کہ اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور آخرت کے دن پر نظر رکھتا ہو تو اللہ کی نعمتوں سے غافل ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کو یہ پتہ ہے کہ یہ دینے والا، حساب لینے والا بھی ہے۔ جو کچھ اس نے عطا کیا ہے ایک ایک چیز کا حساب لے گا۔ جیسا کہ غالب نے کہا ہے ؎

ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب
خون جگر ودیعت مژگان یار تھا

کہ میرے دل کا جو خون ہے جگر کا جو خون ہوا ہے، میرے محبوب کی پلکوں کی چبھن سے ایک ایک قطرہ کر کے رِسا ہے اس میں سے اور چونکہ میرے محبوب کی ودیعت ہے اس لئے ایک ایک قطرے کا حساب دینا پڑا۔

یہ تو محض شاعری ہے مگر اگر حقیقت ہے تو وہ حقیقت ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما رہے ہیں۔ خدا کی نعمتوں کے ایک ایک قطرے کا حساب دینا ہو گا اور وہ حساب اس رنگ میں نہیں ہو گا کہ تم نے مجھے کیا دیا۔ اس رنگ میں ہو گا کہ میرے بندوں کو تم نے کیا

بنی نوع انسان کے ساتھ روابط بڑھانے میں عبادت کو اور پُرخلوص عبادت کو بہت گہرا دخل ہے

دیا۔ جو کچھ حاصل کیا اس سے غیروں کو کیا فیض پہنچایا۔ پس اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہ فرما رہے ہیں کہ جو کوئی اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ یعنی وہ سچا مومن اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔ یعنی پڑوسی کی تکلیف کے معاملے میں بھی تمہارا مواخذہ ہو گا۔ اور کئی شکایتیں ملتی ہیں میں حیران رہ جاتا ہوں۔ ایک شخص نے مجھے دعا کے لئے لکھا کہ بڑا سخت پریشان ہوں پڑوسی سے متعلق۔ تو میں ڈر گیا، میں نے کہا پتہ نہیں کون سی آفت آئی ہے۔ میں نے وہاں لکھا نظارتوں کو کہ فوری طور پر تحقیق کریں کہ کیا شر ہے جو اس کو پہنچ رہا ہے، اتنا بڑا فساد کیوں برپا ہو گیا۔ تو پتہ یہ لگا کہ پڑوسی کے درخت کی کچھ شاخیں اس کے گھر میں آ رہی ہیں اور وہاں ان کے پت جھڑ سے گند پڑتا ہے یا اس کی وجہ سے اور کچھ ان کے گھر کو شاید دھوپ میں کمی آ جاتی ہے اور پڑوسی کہتا ہے کہ خبردار جو ان کو ہاتھ لگایا۔ اب یہ کوئی انسانیت ہے۔ میں اتنا شرمندہ ہوا پڑھ کے۔ میں نے خواہ مخواہ امور عامہ اور نظارت اصلاح و ارشاد کو ہلا کے رکھ دیا کہ آپ کو پتہ ہی نہیں ربوہ میں کیا ہو رہا ہے۔ جا کے دیکھیں تو سہی کیا کیا ظلم ہو رہے ہیں۔ جواب آیا تو یہ آیا۔ اول تو اس کو اتنی تکلیف کیوں ہے۔ اگر وہ شاخیں پڑتی ہیں تو صفائی کر لیا کرے۔ اگر بد اخلاق پڑوسی ہے تو اپنے اخلاق سے اس کا دل جیت لے لیکن اگر یہ نہیں تو پڑوسی کو بھی سوچنا چاہئے۔ وہ درخت تو فیض ہے۔ اللہ کا فیض ہے اس شاخوں سے اس کو چھاؤں ملتی ہے۔ اس کے گھر کو ایک نعمت میسر ہے۔ اگر یہ ہمسائے کے لئے وہ نعمت نہیں بنتی اور ہمسائے کو چڑانے کا موجب ہے تو کاٹ دیں ان شاخوں کو۔ آپ دنیا کے معمولی آرام یا دنیا کی رعونت کی خاطر کہ میں اونچا نکلا ہوں میں نے ہمسائے کو نیچا کر دکھایا، خدا کو ناراض کر رہے ہیں اور یہ آخرت کو بھول رہے ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے تعلقات جو تلخیوں میں بدلتے ہیں بعض دفعہ ان کے نتیجے میں بڑے بھیانک نتیجے نکلتے ہیں۔ بعض بچے ہیں جو اپنے ماں باپ کو ہمسائے کے مقابلہ پر کمزور دیکھ کر بڑے سخت بد ارادے دلوں میں باندھتے ہیں۔ ان کی نیتیں غالب ہو جاتی ہیں، وہ بد خلق بن کر اٹھتے ہیں اوپر اور کہتے ہیں کہ جب ہم بڑے ہوں گے تو ہم اس طرح ان لوگوں سے بدلے لیں گے تو ان باتوں کو چھوٹا نہ سمجھیں۔ یہ ہمسائیگی کی بد اخلاقیاں آپ کی نسلوں کو تباہ کرتی ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جو فرماتے ہیں کہ دیکھو ہمسائے کو تکلیف نہ دینا تم پوچھے جاؤ گے۔ قیامت کے دن یہ باتیں بھلائی نہیں جائیں گی بلکہ تمہارے حساب، تمہارے کھاتوں میں لکھی ہوئی دکھائی دیں گی۔

پھر فرماتے ہیں کہ جو کوئی بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لاتا ہے، اپنے مہمان کا احترام کرے۔ یہ بھی ایک عجیب بات ہے۔ مہمان کا احترام آپ سمجھتے ہیں کہ خود بخود ظاہر ہونے والا خلق ہے۔ اس میں نصیحت کی کیا ضرورت تھی۔ جو مہمان نواز ہیں وہ مہمان نوازی کرتے ہیں، جو مہمان نواز نہیں وہ نہیں کرتے۔ لیکن اکثر انسانوں میں مہمان نوازی پائی جاتی ہے۔ جس مہمان نوازی کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بات فرما رہے ہیں وہ یہ عام مہمان نوازی نہیں، اس کا بھی تعلق اسی آیت سے ہے۔ "و یطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکینا و یتیما و اسیراً" وہ

بعض اخلاقی قدریں ایسی ہیں جن کی نظام جماعت کو بہر حال حفاظت کرنی ہوگی

اللہ کی محبت کی خاطر، گھروں میں تنگی ہونے کے باوجود، اپنے مہمان نوازوں سے عزت افزائی سے پیش آتے ہیں اور مسکینوں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور اسیروں سے بھی۔ تو قرآن کریم نے یہ تمام مضامین کھول دئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک معزز مہمان آپ کے پاس آیا ہے اور آپ مہمان نوازی کر رہے ہیں۔ اگر ایک برابر کا مہمان آیا ہے اور آپ اس کی مہمان نوازی کر رہے ہیں تو اس آیت کے اثر سے وہ باہر ہے۔ اس کا اس آیت میں کوئی ذکر نہیں کیونکہ یہ شروع ہوتی ہے مسکین کے ذکر سے، یتیم کے ذکر سے اور قیدی تو آپ کے پاس نہیں آ سکتا مگر آپ قیدی کے پاس پہنچ سکتے ہیں اگر قیدی کے پاس کچھ کھانا لے کر جاتے ہیں، کچھ نعمت لے کر اس کے پاس پہنچتے ہیں کہ مجھے خیال آیا کہ یہاں کی گندی خوراک کھا کھا کر تم تنگ آ گئے ہو گے تو کچھ اس میں سے بھی چکھو اور خدا کی خاطر ایسا کر رہے ہیں ورنہ ہم تو تمہیں جانتے بھی نہیں، شکریہ بھی ادا نہ کرنے دیں اس کو۔ تو یہ وہ مہمان نوازی ہے جو اس آیت کے تابع ہو گی۔ پھر آپ ایک یتیم کی پرورش کرتے ہیں، اس پر نظر ڈالتے ہیں، باپ کے پیار سے جو محروم ہے اس کو کئی قسم کے دکھ ہوتے ہیں جو جب تک آپ توجہ سے نہیں دیکھیں گے آپ کو دکھائی نہیں دے سکتے۔ یہ آپ کے سامنے پیش ہی نہیں ہونگے۔ تو یتیموں کی پرورش کرنا، ان کی خاطر کرنا، یہ بھی بہت ہی بڑا خلق ہے اور پھر وہ مہمان جو عام سادہ سا غریب سا مہمان ہے آپ کے گھر چلا آیا ہے۔ وہاں آپ کے خلق کا امتحان ہوتا ہے اگر اسے آپ نیچے کی نظر سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں لو جی فلاں صاحب آ گئے ہیں اس کو روٹی ڈالو اس قصے کو ختم کرو تو یہ بد خلقی گناہ بن جائے گی۔ ظاہری طور پر جو مہمان نوازی ہے یہ مہمان نوازی نہیں ہو گی بلکہ آپ کے گناہوں کے کھاتے میں یہ عمل لکھا جائے گا۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جس مہمان نوازی کی بات فرما رہے ہیں وہ ایسا خلق عظیم ہے جس کا انسان کے تعلقات کے دائرے سے تعلق نہیں، اس کا خدا کے بندوں کے تعلقات کے دائرے سے تعلق ہے۔ اللہ کے تعلقات عالم پر جہاں محیط ہیں وہاں آپ کے تعلقات بھی محیط ہونے لگتے ہیں، وہاں تک پھیلتے ہیں، وہاں تک ان تعلقات کی رسائی ہوتی ہے، وہ رنگ اختیار کر جاتے ہیں تو پھر یہ مضمون جو اس آیت نے بیان فرمایا ہے وہ آپ کی ذات پر اطلاق پانے لگتا ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس مضمون کو ایک بہت ہی پیاری روایت کے طور پر بیان فرمایا۔ ایک موقعہ پر ایک صحابی صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے رات کیا حرکت کی تھی۔ کیا بات تھی کہ اللہ تعالیٰ کو وہ بات آسمان پر بہت ہی پسند آئی اور خدا تعالیٰ نے اس کے نتیجہ میں مجھ پر ایک آیت نازل فرمائی اور وہ آیت یہ تھی۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (الحشر: ۱۰)

وہ اپنے نفسوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ خود غربت کا شکار ہوں اور خواہ تنگی میں مبتلا ہوں۔ یہ وہی مضمون ہے۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝

دوسرے رنگ میں یوں فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ جو خود تنگی میں مبتلا ہونے کے باوجود دوسروں کو اپنے نفسوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ وہ صحابی یہ بات سن کر حیران رہ گئے کیونکہ ان کے گھر واقعۃً رات ایک ایسا ہی واقعہ ہوا تھا۔ اس سے پہلی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں کوئی مہمان آئے اور اس زمانہ میں غربت کا دور تھا آنحضور صلی اللہ

Earlsfield Properties
RENTING AGENTS 081 877 0762
PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

علیہ وسلم بعض دفعہ اپنے گھر میں کچھ بھی نہ پاتے جس سے خدمت کرسکیں تو تقسیم کر دیا کرتے تھے مہمانوں کو اور مسجد میں اعلان فرمادیا کرتے تھے کہ یہ مہمان آیا ہے کون ہے جو اسے اپنے گھر لے جائے۔ وہ معلوم ہوتا ہے کوئی خاص ہی تنگی کے دن ہونگے اور آواز کوئی نہ آئی۔ ایک صحابی اٹھے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے دے دیں۔ اس مہمان کو لے کر گھر چلے گئے اور جانتے تھے کہ گھر میں اتنا سا کھانا ہے کہ میاں بیوی کو بھی پورا نہیں آسکتا، بمشکل بچوں کو دے کر ان کو سلایا جاسکتا ہے۔ یہ تردد تھا اور یہ تردد اوروں کے دلوں میں بھی ہوگا لیکن اللہ نے ان کو ایک ترکیب سکھادی اور وہ ترکیب یہ تھی کہ جا کے بیوی کو کہا کہ مہمان آیا ہے، اللہ کا مہمان ہے، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ نعمت ہمیں عطا کی ہے۔ اس کا خیال رکھنا مگر کھانا بہت تھوڑا ہے۔ اس لئے مجھے یہ ترکیب آئی ہے کہ تم بچوں کو بہلا پھسلا کر سلا دو۔ جب بچے سو جائیں تو پھر تم مجھے آواز دینا کہ کھانا لگ گیا ہے۔ جب میں مہمان کو لے کے آؤں گا تو غلطی سے جیسے پلو لگ جائے دیئے کی لو کو اس طرح دیئے کو بجھا دینا یعنی پلو مار کر دیا بجھا دیں گے تاکہ مہمان کو پتہ نہ لگے کہ کتنا کھانا ہے اور کیا ہو رہا ہے۔ پھر مہمان کھائے گا اور میں اور تم خالی مچا کے لیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا مہمان کھانا کھاتا رہا اور یہ خالی منہ سے آوازیں نکالتے رہے کہ بڑا ہی مزہ آرہا ہے۔ ایک روایت میں ہے حضرت مصلح موعودؓ نے ایک دفعہ بیان فرمایا تھا اس کے الفاظ یاد نہیں لیکن مضمون یہ تھا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا وہ کیا بات تھی کہ تم زمین پر مچا کے لے رہے تھے اور آسمان پر خدا مچا کے لے رہا تھا، خدا اس کا لطف اٹھا رہا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مہمان کو پتہ ہی نہیں تھا۔ کسی نے محمد رسول اللہؐ کو خبر نہیں دی تھی لیکن صبح جب نماز پہ وہ نمازی حاضر ہوئے تو خدا نے الہاماً آپ کو بتا دیا تھا اور وہ آیت ہمیشہ کے لئے اس زندہ و پائندہ واقعہ کی حفاظت کے لئے قرآن میں محفوظ فرمادی گئی۔ یہ ہے مہمان نوازی "ویطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکیناً ویتیماً واسیراً" ان کو اپنے مہمانوں سے ذاتی تعلقات ان کی مہمان نوازی پر آمادہ نہیں کرتے۔ اللہ کی محبت ہے اور وہ یہ دیکھتے نہیں کہ یہ دنیا میں معزز ہے یا غیر معزز ہے۔ وہ مہمان ہے اور اللہ کا مہمان ہے۔ مہمان ہے اور محمد رسول اللہؐ کا مہمان ہے۔ وہ اسلام کا مہمان ہے اور اس کی مہمان نوازی میں اگر اس روح سے آپ خدمت کرتے ہیں تو یہ وہ روح ہے جو اس واقعہ کے ساتھ آپ کو بھی وابستہ کرتی چلی جائے گی۔ اس واقعہ میں جس صحابی کے خلق کی بات ہو رہی ہے اس کا نام نہیں آیا پس یہ بے نام کہانی سلسلہ در سلسلہ آگے بڑھتی چلی جائے گی اس میں بہت سے اور بھی شامل ہوتے جائیں گے جو اس قسم

اخلاقی جہاد ایک بہت بڑا اور اہم جہاد ہے اور اسلام کے عالمگیر جہاد کا ایک لازمی حصہ ہے

کے اخلاق کا نمونہ دکھائیں گے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی نصائح پر غور کریں اور فکر کریں اور جس پیار اور گہرے درد اور جذبے کے ساتھ آپ نے اخلاق کو استوار فرمایا ہے، اخلاق کی اصلاح فرمائی ہے اور اخلاق کا مضمون انسان کو سمجھایا ہے اس پر غور کریں۔

جب سے دنیا بنی ہے اور میں پھر کہتا ہوں کہ جب سے دنیا بنی ہے ساری کائنات میں جتنے انبیاء یہاں آئے ہیں سب کے حالات پر غور کرلیں سب نبیوں نے مل کر بھی اپنی امت کے اخلاق کی ایسی اصلاح نہیں کی ہوگی جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ ان کی نصیحتیں اکٹھی کر کے دیکھ لیں وہ ساری ایک جھولی میں آجائیں گی اور دوسری جھولی بھر جائے گی پھر اور جھولیاں چاہئیں ہونگی اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی نصیحتیں ختم نہیں ہونگی۔ اتنی پاکیزہ اصلاح فرمائی ہے اپنی امت کے اخلاق کی کہ اس محنت کو رائیگاں جانے دینا بہت بڑا جرم ہے۔ یہ اس وقت کے لوگوں کے آداب کی اصلاح نہی ہو رہی تھی یہ تہذیب اخلاق آئندہ زمانے کے انسانوں سے بھی تعلق رکھتی ہے، آج سے بھی تعلق رکھتی ہے، کل سے بھی تعلق رکھتی ہے، تو خوش نصیب ہے وہ جماعت جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ دوبارہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کا فیض پہنچنے کے ایسے دائمی سامان ہوگئے کہ جیسے ایک اعلیٰ درجہ کا باغ ہو اس میں نہریں بہتی ہوں، اس میں زمین کے چپہ چپہ تک زندگی بخش پانی پہنچانے کا انتظام ہو۔ اس طرح جماعت کا نظام آپ کو عطا ہوگیا ہے جو دنیا میں اور کسی کو میسر نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ خلافت عطا ہوئی ہے اور خلافت کے ساتھ یہ نظام جماعت عطا ہوا۔ اس طرح آپ کو گھر گھر، ایک ایک کھیت کے ایک ایک چپہ تک اس حسن و زندگی کے پانی کے پہنچانے کی سہولت میسر آگئی ہے۔ پس تمام جماعت کی تربیت میں نظام جماعت مستعد ہو جائے اور وہ لوگ جن

تک یہ باتیں پہنچتی ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اللہ کی محبت کے نتیجے میں اپنے اخلاق کو سنواریں، اپنی بیویوں کے اخلاق کو سنواریں، اپنی بہنوں کے اخلاق کو سنواریں، اپنے بچوں اور اپنی بچیوں کے اخلاق کو سنواریں۔ پھر ہمسائے کی طرف توجہ کریں لیکن حسن خلق کے ذریعے، محض نصیحتوں کے ذریعہ نہیں۔ اخلاق سنوارنے کے دو ہی طریق ہیں ایک نصیحت کے ذریعہ اور ایک عمل کے ذریعہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا ہتھیار حسن عمل تھا۔ حسن عمل کے ذریعہ آپ دلوں کو فریفتہ کر لیتے پھر وہ نصیحتیں ان دلوں پر اس طرح پڑتی تھیں جیسے ایک پیاسی زمین پانی کو قبول کرتی ہے۔ جیسے دیر کی خشک سالی کے بعد خدا کی رحمت کا پہلا قطرہ برستا ہے تو بعض پیار کرنے والے اپنی زبانیں باہر نکال لیتے ہیں کہ ہماری زبان پر وہ رحمت کا قطرہ پڑے۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے اگر کسی سے پیار ہو اور محبت ہو۔

پس آپ کا حسن خلق کا سفر حسن عمل سے شروع ہوگا محض زبان کی نصیحت سے نہیں۔ اپنے حسن عمل کو اس بلند مرتبے تک پہنچادیں کہ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا قدم اخلاق کی بلند ترین چوٹیوں پر ہے کیونکہ خدا نے میری بعثت ہی ایسی جگہ فرمائی ہے

یورپ میں بھی اگر آپ نے تبلیغ کرنی ہے تو ہمسائیگی کے حقوق کے ذریعہ یہ سفر شروع کریں

جہاں اخلاق ختم ہوتے ہوں اور ان پر میرا قدم ہے پس آپ نے بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اپنے اخلاق کو سجانا ہے اور درست کرنا ہے۔ اب جس کے اخلاق یہ رنگ پکڑ جائیں وہ کیا بنی نوع انسان کا حق مارنے کا تصور بھی کر سکتا ہے۔ یہ بد خیال اس کے ذہن میں آ ہی نہیں سکتا۔ اگر یہ بد معاملگیاں جماعت میں موجود ہیں۔ اگر گھروں کے آپس کے تعلقات بگڑے ہوئے ہیں۔ لین دین میں لوگ ایک دوسرے کو دھوکہ دیتے ہیں۔ سبز باغ دکھا کر پیسے وصول کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر کہ ہم تمہیں کینیڈا لے کر جائیں گے، لندن چھوڑ جاتے ہیں اور پیسے لے کر بھاگ جاتے ہیں۔ یہ بد خلقیاں محمد رسول اللہؐ کی طرف منسوب ہونے والے میں تو پانے کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ وہ تو بالکل برعکس تصور ہے۔ اس کا کوئی دور کا بھی رشتہ نہیں۔ اسی لئے میں نے جماعت کو نصیحت کی ہے کہ جب یہ واقعات میرے تک پہنچتے ہیں تو میرا دل کھولنے لگتا ہے۔ غصہ سے نہیں، بے اختیاری اور غم کی کیفیت میں کہ کیا کروں کس طرح ان کو سمجھاؤں۔ ایسے ایسے لوگ ہیں جو میرے پاس آتے ہیں۔ السلام علیکم ہم فلاں جگہ سے آئے ہیں یہ تحفہ پیش کرنا چاہتے ہیں اور مجھے پتہ ہوتا کہ فلاں کے پیسے کھا گئے ہیں فلاں کے ساتھ ظلم کر بیٹھے ہیں جب میں ان سے کہتا ہوں کہ میں مجبور ہوں، میں آپ کا تحفہ قبول نہیں کر سکتا اپنے مظلوم بھائی کا حق تو پہلے اس کو دیدیں۔ عدل پر احسان کی بنیاد ہوا کرتی ہے۔ اگر عدل پر ہی آپ کا قدم نہیں ہے تو آپ احسان کرنے کے مجاز کیسے ہوگئے۔ اس لئے اپنے جرم میں، اپنی ناانصافیوں میں مجھے تو شامل نہ کریں تو پھر وہ قسمیں کھاتے ہیں، کہتے ہیں اوہو ہو یہ تو بالکل جھوٹی رپورٹیں آپ کو پہنچی ہیں۔ ہم تو ایسے نہیں اور بعض دفعہ پھر اللہ تعالیٰ اس طرح ان کے ظلم سے پردہ اٹھا دیتا ہے کہ بعض ان کے قریبی رشتہ دار، ان کی بیویاں بعض دفعہ آکے رو پڑتی ہیں کہ ہمارے خاوند میں یہ بات پائی جاتی ہے خدا کے لئے اس کی اصلاح کریں۔ جو میرے سامنے قسمیں کھا کر جاتا ہے کہ ہرگز میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ کسی کو لالچ دے کر لندن لانے کی، یا ہمبرگ لانے کی لالچ دے کر اس سے پیسے لے کر بھاگ

SCL

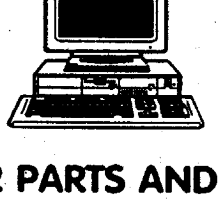

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

جاؤں یا امریکہ پہنچانے کا وعدہ کروں اور رستے میں آدھے سفر میں چھوڑ کر لاپتہ ہو جاؤں۔ اس کے بعد ان کے رشتہ دار آ جاتے ہیں. ان کی بعض دفعہ بیویاں واقعتہً پہنچتی ہیں اور رو پڑتی ہیں کہ ہمارے خاوند کے لئے دعا کریں اس میں یہ بدتمیزی یا بد خلقی پائی جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ حقیقت حال سے پردے اٹھانے لگتا ہے اور یہ ایک بہت ہی خطرناک پیغام ہے۔ جب خدا یہاں سے پردے اٹھانے شروع کر دے تو مرنے کے بعد کے سارے پردے پھر چاک ہو جاتے ہیں۔ وہ پردے ایسے اٹھتے ہیں کہ قیامت کے دن بھی پھر یہ گریں گے نہیں بلکہ ساری بنی نوع انسان میں آپ کی رسوائی کا سامان بنیں گے۔ تو حسن خلق سیکھیں بجائے اس کے کہ لوگوں کے پیسے کھانے کے لئے چالیں چلیں اور غریبوں کو جو بعض دفعہ اپنی ساری جائدادیں بیچ ڈالتے ہیں۔ ان میں سے کسی کو آسٹریا میں چھوڑ کر برباد کیا ہوا ہے کسی کو بلغاریہ چھوڑ دیا اور اپنی چاندی کھری کی اور بھاگ گئے۔ کوئی ماسکو سے خط آ رہا ہے. کوئی یہاں پہنچا ہوا ہے۔ یہاں کی حکومت اس کے پیچھے پڑی ہے کہ تم پاسپورٹ تو دکھاؤ تم آئے کس طرح ہو۔ وہ غریب کہتا ہے کہ میرا پاسپورٹ تو میرا ایجنٹ لے کر چلا گیا تھا کہ ذرا مجھے دینا میں اس پہ تمہارا ویزا لگوا دوں گا۔ اور وہ کینیڈا کا ویزہ وہ دن اور آج کا دن. میں دھکے کھاتا پھرتا ہوں نہ مجھے ٹھہرنے کی جگہ نہ میں یہاں کے سوشل پروگرام سے فائدہ اٹھا سکتا ہوں۔ چوروں کی طرح یہاں زندگی بسر کر رہا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کو دکھاؤ اس کا نام بتاؤ. اور یہ بیچارہ کہتا ہے کہ آخر احمدی ہے کہیں پھنس نہ جائے۔ میں نے اس کو کہا تم بڑے عجیب انسان ہو گنہگار کی ایسی پردہ پوشی کرنا جو دوسروں کے لئے بھی تکلیف کا موجب ہو اس کا انسان کو حق نہیں ہے. اس کی اجازت نہیں ہے۔ تمہاری ہمدردی اپنی جگہ خدا تمہیں اس کی جزا دے اتنا کچھ تم سے ہو گیا اور ابھی تک تمہارے دل میں یہ بات مانع ہے کہ کہیں اس کو تکلیف نہ پہنچ جائے تو تم تو سچے ہو اور مومن ہو اور خدا کی رحمتیں تم پر ہوں مگر تمہیں یہ حق نہیں کہ کیونکہ ایسا شخص اگر آزاد چھوڑا جائے گا تو دوسروں کو بھی نقصان پہنچائے گا۔ ایک راہزن پر رحم کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ پس اس کے متعلق بتاؤ. کھل کر بتاؤ اس کا حوالہ پیش کرو یہ تو ایک اتفاقی واقعہ ہے۔ مگر میں یہ بتا رہا ہوں کہ ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ گھروں میں بد خلقی کی اطلاع. ہمسایوں سے بھی بد خلقی کی اطلاع. دنیا کی حرص میں لوگوں کے پیسے لوٹنا اور بڑے بڑے ان پر ظلم کرنا. یہ نہ جاننا کہ پیچھے ان کی ماؤں بہنوں کا کیا حال ہے۔

آج ہی ایک ماں کا خط ملا۔ اس قدر دردناک کہ اپنے بچے کی صورت کو ترس گئی ہے۔ وہ فلاں ملک میں اٹکا پڑا ہے۔ کیونکہ ایک شخص اس کو فلاں جگہ پہنچانے کے لالچ میں کئی لاکھ روپے بھی کھا گیا ہے اور اس کو وہاں چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ کچھ پتہ نہیں اس کا کیا حال ہے۔ تو سوائے اس کے کہ آپ کی بدنصیبی میں ماؤں کے دل کی بد دعائیں بھی پہنچ جائیں اس کے سوا اور آپ کیا کما رہے ہیں۔ یہ لعنتیں ہیں دنیا کی اس کے سوا ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اگر آپ میں حیاء ہے اور آپ کو خدا کا خوف ہے. اس اللہ پر ایمان لاتے ہیں جس کا محمد رسول اللہؐ نے حوالہ دیا ہے. اس یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں جس کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حوالہ دیا ہے تو چاہے گھر بار کی چیزیں بیچنی پڑیں. اپنی جائدادیں بیچنی پڑیں ان لعنتی قرضوں کو اتاریں جو آپ کے کھاتے میں لعنت بن کر ہمیشہ پڑی رہیں گی اور بنی نوع انسان کو تکلیف دینے سے باز آ جائیں کیونکہ یہ دنیا کی نعمتیں آئندہ کسی کام کی نہیں سوائے اس کے کہ آپ کو جہنم میں لے جائیں۔ جو نعمتیں ظلم کے نتیجہ میں حاصل ہوں وہ لعنتی نعمتیں ہیں. ان کی کوئی حیثیت نہیں کوئی حقیقت نہیں۔

پس اخلاق کے میدان میں ہمیں دو جگہ محاذ آرائی کرنی ہے۔ ایک اخلاق کو سنوارنا ہے اس طریق پر کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جو اخلاق کو سمجھا جس شان سے اور جس حسن کے ساتھ نکھار کر آپ نے اخلاق کی تعریف فرمائی اور عمل کر کے دکھایا ویسے ہی آپ بھی اس مضمون کو سمجھیں اور اعلیٰ درجے کے اخلاق کو. ان اخلاق کو اختیار کریں جن کی چوٹی پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم ہے اور دوسری طرف اپنے بد خلق بھائیوں کو بچانے کی کوشش کریں ان کو جہنم سے بچائیں۔ بد خلق گھروں کو اخلاق کی نعمت دیں۔ ان کو بتائیں کہ زندگی کا لطف اخلاق میں ہے. بد خلقی میں نہیں۔ بد خلقی ہی کا دوسرا نام جہنم ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ہمیں یہ عظیم جہاد پورا کرنے کی اور اس جہاد کے تمام تقاضے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

الوقت می گوید زمیں

تشکر کی زباں لاؤں کہاں سے
زباں عاجز ہے اس طرز بیاں سے
یہ دور مہدیؑ آخر زماں ہے
دعائے عالم صاحب دلاں سے
فلک پر شور ہے جاء المسیح کا
زمیں پر بھی نہیں کم آسماں سے
وہ آیا جس کے ہم سب منتظر تھے
کوئی اترا ہے گویا آسماں سے
نزول ابن مریم کا ہے چرچا
ہے ظاہر یہ حدیثوں کے بیاں سے
مسیح و مہدی موعود آئے
شہادت ہے زمین و آسماں سے
اٹھو! وہ چودھویں کا چاند نکلا
اٹھو۔ اے مومنو! خواب گراں سے
یہ کس کا ذکر ہے اسمہ احمد
پڑھو قرآں کی سورہ صف دھیاں سے
حدیث امامکم منکم کو دیکھو!
بچو اب فرقہ بندی کے زیاں سے
زمیں بھی آسماں تک گونج اٹھی
صدا جو دی گئی تھی قادیاں سے
وفادارو! وفاداری دکھاؤ
حضور سرور کون و مکاں سے
ماہ و خورشید نے بھی دی شہادت
جو پوشیدہ نہیں چشم جہاں سے
وہ نورانی شعاعیں پھوٹتی ہیں
منارۃ المسیح قادیاں سے
اٹھو۔ اے سونے والو! اب تو جاگو
فضا مہکی ہے صبح کی اذاں سے
خلیفۃ المسیح الرابع سے ملئے
صداقت کے درخشندہ نشاں سے
نظر سے دور ہیں۔ رہتے ہیں دل میں
نہیں اوجھل وہ اپنے عاشقاں سے
بڑھو۔ اے راہ حق میں بڑھنے والو
رہے پیچھے نہ کوئی کارواں سے
فلک پر اک نظر ڈالو تو احسن!
مخاطب کون ہے سارے جہاں سے

(سید احسن اسمٰعیل صدیقی)

الفضل کے معیار کو بہتر بنانے، اسے دلچسپ اور مفید بنانے کے لئے اپنے علمی و تحقیقاتی مضامین اور دیگر قلمی نگارشات "ایڈیٹر الفضل انٹرنیشنل" کے نام حسب ذیل پتہ پر بھجوائیں۔ شکریہ۔

16 Greaaenhall Road , London , SW18 5QL . U. K.

الفضل کے سلسلہ میں دفتری خط و کتابت کرتے وقت آپ کے ایڈریس لیبل پر جو A.F.C نمبر درج ہے اس کا حوالہ ضرور دیا کریں شکریہ

(مینیجر)

ذکر دو بزرگوں کا

(پرفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی - سویڈن)

ہمیں یاد ہے ہم نے ایف اے کا امتحان لیمپ کی روشنی میں دیا تھا۔ اس وقت ربوہ میں بجلی توشائد آگئی تھی مگر ہمارے گھر میں بجلی نہیں تھی۔ دو کمروں کا مکان تھا۔ امی، ابا، تین بھائی، تین بہنیں، تایاجی محمد خان۔ مگر کسی تنگی کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ ساتھ پھوپھی جان کا ایک کمرے کا مکان تھا۔ باہر سے دو مکان لگتے تھے مگر اندر سے ایک ہی مکان تھا۔ اس کا صحن بہت کھلا اور کشادہ لگتا تھا۔

ہمارے امتحان کے دن تھے، ان دنوں پھوپھاجی حضرت مولوی غلام نبی مصری بہت بیمار تھے۔ غالباً مرض الموت میں تھے۔ ہم نے اپنی سی خدمت کی اور اتنی دعائیں سمیٹیں کہ اب تک ان کے سائے میں بسر ہو رہی ہے۔ ہم رات بھر ان کے ساتھ جاگتے اور صبح پرچہ دینے کے لئے چلے جاتے۔ پھوپھی جی بتاتی ہیں کہ جتنا وقت ہم پرچہ دیتے رہتے پھوپھاجی دعائیں کرتے رہتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم جیسا نالائق لڑکا جس نے میٹرک میں سیکنڈ ڈویژن لی تھی کالج میں اول آیا اور وظیفہ کا مستحق ٹھہرا۔

اپنے پھوپھا حضرت مولوی غلام نبی مصری صاحب کا ذکر کروں تو کس برتے پر کروں؟ ان کو بچپن اور لڑکپن میں دیکھا اور بچپن اور لڑکپن کی یادوں کو بنیاد بنا کر کسی کی شخصیت کا اجاگر کرنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے اور ان کی شخصیت تو اتنی ہمہ صفت موصوف تھی کہ اس کا احاطہ کرنا مشکل نظر آتا ہے۔ نہایت سادہ طبیعت، سادہ دلی، سادہ لوح مگر حد درجہ مخلص۔ عالم بے بدل مگر منکسر المزاج۔ ہم نے گھر سے باہر یا گھر کے اندر انہیں ذکر الٰہی سے خالی نہیں دیکھا۔ ہروقت مغفرت کی دعائیں مانگتے تھے۔ قادیان کے مدرسہ احمدیہ میں استاد تھے مگر یہ معلوم نہیں کیا پڑھاتے تھے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ کے خاص شاگرد تھے مگر طب سے انہیں شغف نہیں تھا۔ ان کے بارہ میں محترم چوہدری ظفراللہ خان صاحب نے تحدیث نعمت میں ایک واقعہ لکھا ہے جو ان کی شخصیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ چوہدری صاحب لکھتے ہیں:-

> "تھوڑی دیر کے بعد ایک واقعہ ہوا جو.... کمال ادب کی مثال تھا۔ مولوی غلام نبی مصری صاحب جو آپ (حضرت خلیفہ اولؓ) کے ایک شاگرد تھے دالان کے پائیں میں صحن کی جانب سے داخل ہوئے اور السلام علیکم کہہ کر سامنے والی دیوار میں جو الماری تھی اس کی طرف بڑھے۔ الماری سے کوئی کتاب لے کر جس دروازے سے داخل ہوئے تھے اس کی طرف لوٹے۔ دروازے کے قریب ہوئے تو حضرت خلیفۃ المسیح نے آپ کو دیکھ کر فرمایا "مولوی صاحب السلام علیکم" مولوی صاحب نے حضور و علیکم السلام کہہ کر کمال انکساری کے لہجہ میں عرض کی "خاکسار نے السلام علیکم کہا تھا لیکن حضور تک پہنچا نہ سکا"۔ اس واقعہ پر چوہدری صاحب نے تبصرہ کے طور پر مولانا روم کا یہ شعر بھی لکھا ہے

از خدا جوئیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب!

ہم نے بھی یہ واقعہ چوہدری صاحب ہی کے الفاظ میں نقل کیا ہے تاکہ حضرت مولوی غلام نبی مصری صاحب کے مرتبہ کا اندازہ ہو۔ امام کے ساتھ اطاعت ادب کا یہی تعلق زیب دیتا ہے اور یہ سب پر واجب ہے!

قادیان میں ایک بار پھوپھاجی نے تین دن چپ کا روزہ رکھا۔ اس وقت ہم حیران ہوئے کہ یہ کیا مسئلہ ہے مگر بعد کو معلوم ہوا کہ یہ اولاد کا قرآنی نسخہ ہے اللہ تعالیٰ نے پھوپھاجی اور پھوپھی جی کو جسمانی اولاد نہ دی مگر روحانی اولاد اتنی دی کہ اب تک ان کے نام لیوا ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ گھر میں پھوپھی جی نے بھائی جان محمد احمد نعیم کو بیٹا بنایا اور پرورش کیا۔ بھائی جان محمد احمد نعیم ہماری بڑی پھوپھی گلاب بی کے بیٹے تھے جو شاید گزر گئی تھیں۔ بھائی جان کو پھوپھی جی نے ہی پالا پوسا، پڑھایا لکھایا اور جب وہ مدرسہ احمدیہ سے فارغ التحصیل ہو چکے تو انہیں بتایا۔ انہیں اپنی اولاد ہی سمجھا اور بھائی جان اور آپا امتہ السلام نے بھی انہیں ماں ہی سمجھا!

پھوپھاجی کو مصری صاحب اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے کہیں کسی جگہ اس بات کا اظہار فرمایا کہ فلاں کتاب مصر کے کسی کتب خانہ میں موجود ہے اس کا یہاں ہمارے پاس ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ اس میں بہت مفید حوالے موجود ہیں۔ حضرت مولوی غلام نبی صاحب پاپیادہ اس سفر پر نکل کھڑے ہوئے۔ مصر پہنچے۔ یہ کتاب اتنی نایاب تھی کہ لائبریری سے باہر لے جانے یا سیاہی سے نقل کرنے کی اجازت بھی نہیں تھی۔ چنانچہ پھوپھا جی روزانہ لائبریری جاتے ۔ پنسل سے کچھ حصہ نقل کرتے ۔ واپس اپنے ٹھکانے پر آکر اسے سیاہی سے روشن کرتے تھے۔ اس طرح آپ نے اپنے امام کو مطلوبہ کتاب مہیا کی اور قادیان پہنچائی۔ اب اس دور میں کون ایسا ہے جو اپنے امام کی آواز پر اس طرح دیوانہ وار لبیک کہے۔ بہت ہونگے ۔ مگر جو مشکلیں اس وقت راہ میں حائل تھیں وہ تو اب حائل نہیں ہوتیں۔ ان حالات میں انجانے سفر پر بظاہر انہونے کام کے لئے ارادہ باندھنا اور چل پڑنا عاشقوں ہی کو سزاوار ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

گھر میں ہم نے پھوپھاجی کو ہمیشہ لکھتے ہی دیکھا۔ لکھنے میں حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام کے طریق کا تتبع کرتے تھے۔ یعنی چلتے ہوئے لکھتے تھے ۔ کمرہ کے ایک کونے میں ایک دوات، دوسرے کونے میں دوسری دوات ۔ ادھر سے قلم ڈبویا، لکھتے لکھتے دوسرے کونے تک گئے۔ ادھر سے قلم ڈبویا لکھتے لکھتے ادھر آگئے۔ لکھائی نہایت خوبصورت! کانٹ چھانٹ نہیں کرتے تھے۔ براہین احمدیہ کا عربی ترجمہ کر رہے تھے ہمیں تو یاد نہیں کہ وہ ترجمہ مکمل ہوا یا نہیں اور مسودہ کہاں ہے اور کہاں نہیں مگر اتنا یاد ہے ک ان کی ساری عمر اس ترجمہ میں کٹ گئی۔

ان یک مسکینی کا یہ عالم تھا کہ روٹی کو روٹی نہیں ٹکڑا کہتے تھے۔ باہر سے تشریف لاتے تو پھوپھی جی سے کہتے ٹکڑا ہے؟۔ چنانچہ جو کچھ میسر ہوتا پیش کرتیں اور پھوپھاجی بسم اللہ کر کے کھالیتے ۔ کبھی زیادہ کی طلب نہیں کی۔ کبھی تھوڑے کی شکایت نہیں کی ۔ پھوپھاجی کو خمیری روٹی بہت پسند تھی۔ شوربہ میں بھگو بھگو کر کھاتے تھے۔ شوربہ نہ ہوتا تو پانی میں بھگو لیتے اور اس رغبت سے تناول کرتے کہ ہر ہر لقمہ پر الحمد للہ کہتے تھے۔ ہم نے ناسمجھی میں کئی بار پھوپھاجی سے کہا بھی کہ آپ ہر لقمہ پر الحمد للہ کیوں کہتے ہیں؟ مگر مسکرا کر چپ ہو جاتے کبھی جواب نہیں دیا۔ گھر میں چھینٹ کا شوربہ بہت پسند کیا جاتا تھا غالباً آملہ کو ابالتے اور تڑکے پر ڈال لیتے تھے ۔ یہ سستا اور لذیذ کھانا ہوتا تھا۔ ہمیں پھوپھی جی کے یہاں ہمیشہ ہی چھینٹ کا شوربہ ملتا تھا اس لئے کہ پھوپھاجی کو بہت پسند تھا۔ اب تو مدتیں ہو گئیں یہ شوربہ میسر نہیں آیا اور اب تو شاید پکانا بھی کوئی نہیں جانتا۔ زبان پر آج تک اس کا ذائقہ مستحضر ہے۔

دوسرے بزرگ جن کی بزرگی کا گہرا اثر ذہن پر مرتب ہوا وہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی تھے۔ راجیکی صاحب سے اپنی بھابھی امتہ السلام کے ناطے کچھ رشتہ داری بھی ہو گئی۔ آپا امتہ السلام ان کے چچازاد بھائی مولوی غلام علی صاحب راجیکی کی بیٹی تھیں۔ راجیکی صاحب کا اپنے گھر آنا تو ہمیں یاد نہیں مگر کبھی کبھی ہم ان کے ہاں جاتے اور ان کی عالمانہ گفتگو سے محظوظ ہوتے تھے۔ عجیب صوفی بزرگ تھے۔ برآمدے میں چارپائی پر تشریف فرما رہتے۔ مردانہ کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ لوگ آتے جاتے رہتے، کسی پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ ہم نے کبھی مولانا کو خالی نہیں دیکھا۔ ہر وقت کوئی نہ کوئی آپ کے پاس بیٹھا ہوا ملتا۔ اگر کوئی نہ ہوتا تو کتاب پڑھتے رہتے ۔ ان کی کتاب حیات قدسی تو ان کی وفات کے بعد پڑھی۔ وفات سے پہلے ان کی بزرگی کا جو تصور اپنے تجربہ سے قائم کیا تھا۔ حیات قدسی پڑھنے کے بعد اس کی توثیق ہو گئی!

ہم نے کئی بار دیکھا کہ لوگ دعا کے لئے درخواست کرتے تو اسی وقت ہاتھ اٹھا لیتے اور نہایت خشوع و خضوع سے دعا کرتے اور آمین کے بعد اکثر حالتوں میں کہہ دیتے کہ روشنی نظر آئی ہے ۔ انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔ یا یہ کہ کوئی اشارہ نہیں ہوا مزید دعائیں اور کوشش کریں! مولانا دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو اس کا دایاں انگوٹھا ہتھیلی سے نمایاں طور پر علیحدہ اور ایستادہ نظر آتا۔ ایسا انگوٹھا نفسیات والوں کے نزدیک ایک انتہائی مضبوط قوت ارادی کی نشان دہی کرتا ہے۔

سب سے بڑی بات یہ کہ ان سے دعا کروانے کے بعد بڑی تسلی ہو جاتی تھی۔ ان کی وفات کے بعد مدتوں ایسا احساس رہا کہ سروں پر دعا کا سایہ نہیں رہا۔ راجیکی صاحب بڑے عالم باعمل تھے مگر تقریر کرنا انہیں نہیں آتا تھا۔ بات کرتے کرتے کسی نکتہ پر فلسفیانہ موشگافیاں کرنے لگتے اور کہیں کے کہیں نکل جاتے۔ مگر ان کی زبان میں اتنی تاثیر تھی کہ ان کے سامنے بیٹھے ہوئے لوگ اٹھ نہیں سکتے تھے۔ ہم اپنے تجربہ کی بات کہتے ہیں کہ گھنٹوں مولانا کی صوفیانہ گفتگو سنی۔ خاک بھی پلے نہیں پڑا مگر طبیعت نے ہمیشہ ہی عجیب سی آسودگی محسوس کی۔

دنیائے فانی

نہ آنسو نہ آہیں نہ سوز نہانی — تری زندگی بھی ہے کیا زندگانی
بدل جائیں اب بھی جو اطوار تیرے — یہی لن ترانی ہے سوف ترانی
سلیقہ نہیں تجھ کو رونے کا ورنہ — بڑے کام کا ہے یہ آنکھوں کا پانی
بھروسہ نہ کر عالم رنگ و بو پر — کہ ڈھلتی سی چھاؤں ہے دنیائے فانی
یہ صبح بنارس ہے شام غریباں — یہ شام اودھ ہے فقط اک کہانی
کہاں ہے وہ متھرا کا مہر درخشاں — کہاں ہیں وہ مرلی کی تانیں سہانی
کہاں ہیں وہ راجہ بھڑائچ کے چرچے — کہاں ہے وہ جیتو کی اب راجدھانی
کہاں ہیں وہ اجداد و اسلاف تیرے — کہاں ہیں وہ عہد گذشتہ کے بانی
نہ کر ناز عمر دو روزہ پہ ناداں — بڑی بےبھروسہ ہے یہ زندگانی

اٹھا دل کو اس گلشن ما سوا سے
لگا اس خدا سے جو لو ہے لگانی

(مصلح الدین احمد راجیکی مرحوم)

SPECIALISTS IN
22 & 24 CARAT GOLD
JEWELLERY
khalid JEWELLERS
10 Progress Building,
491 Cheetham Hill Road,
Cheetham Hill,
MANCHESTER M8 7HY
PHONE & FAX
061 795 1170

OPEN 7 DAYS A WEEK FOR
FREE DELIVERY
081-877 0469/1040
PIZZA
PASTA
BURGERS
MILK SHAKES
FRIED CHICKEN
ARNEY'S
164 GARRAT LANE,
LONDON SW18 4DA
SPECIALISTS IN HOME
DELIVERY

تاثرات

(میاں عبدالحمید)

عشق سیدالانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم جماعت احمدیہ کے بنیادی عقائد میں سے ایک غیر معمولی اہمیت کا حامل عقیدہ ہے۔ جو جماعت کی دینی مساعی کے لئے ایک عظیم محرک طاقت ہے۔ آپ ہی کے حسن و احسان کے جلووں سے دنیا کو روشناس کروانے کے لئے اس جماعت کا قیام عمل میں آیا۔ سورہ الجمعہ کی آیت "وآخرین منھم لما یلحقوا بھم" اور سورہ الصف کی آیت "ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" کے بموجب آنحضرت صلی اللہ علیہ کے ایک بروز کا آخری زمانہ میں آنا مقدر تھا جس کو ایک پہلو سے مسیح موعود اور دوسرے پہلو سے امام مہدی کے ناموں سے پکارا جاتا تھا اور اس وجود نے اسلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ عالی کو دنیا کے سامنے دلائل و براہین کے ساتھ پیش کرنا اور منوانا تھا۔ چنانچہ اس امر کا فطری نتیجہ ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام، بانی سلسلہ احمدیہ جنہوں نے مسیح موعود اور امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا، نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی کو اس کثرت کے ساتھ اور اتنے دلکش انداز کے ساتھ اپنی تحریرات میں پیش فرمایا ہے جس کی مثال گزشتہ چودہ سو سال میں نہیں ملتی۔ آپ کا فارسی کا ایک شعر ہے۔

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یعنی خدا تعالیٰ کے بعد میں محمدؐ کے عشق میں مخمور یعنی کلی طور پر کھویا گیا ہوں۔ اگر کسی کی نظر میں میری یہ کیفیت کفر ہے تو خدا کی قسم میں سخت کافر ہوں یعنی آپ کی محبت میں مجھے ہر قسم کی رسوائی اور ہر قسم کی تکلیف منظور ہے۔ الغرض حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے نعتیہ کلام پر اظہار خیال کرنے کے لئے جو اردو فارسی اور عربی زبانوں میں ہے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کے خلفاء نے آپ کی پیروی میں کثرت کے ساتھ آنحضرتؐ کے محامد کو اپنی تقاریر اور تحریرات میں بیان کیا ہے۔ ان میں سے دو خلفاء یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے نثر کے علاوہ منظوم کلام میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کی ہے۔

اس مضمون میں سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعت جس کا پہلا شعر ہے۔

اک رات مفاسد کی وہ تیرہ و تار آئی
جو نور کی ہر شمع ظلمات پہ وار آئی

اس کے متعلق اپنے دلی جذبات کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ یہ نعت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن کے والہانہ اظہار کی وجہ سے دل پر غیر معمولی طور پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جس سے قاری مسحور ہو کر رہ جاتا ہے۔ نظم کے فنی پہلوؤں پر اظہار خیال کرنے کا تو خاکسار اہل نہیں، البتہ ایک عام قاری کی حیثیت سے جو تاثرات دل میں پیدا ہوئے ان کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔

اس نظم میں ایک واقعاتی اور تاریخی ترتیب پائی جاتی ہے۔ نیز اس میں حق و باطل کی قوتوں کی باہمی آویزش اور تصادم کا ذکر ہے جو دنیا میں ہمیشہ سے جاری ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے قبل دنیا پر کفر و ضلالت کی جو تاریکی چھا رہی تھی اس کا ذکر کیا گیا ہے اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا گویا بدی کی طاقتوں نے نیکی کی طاقتوں کو پسپا کر کے رکھ دیا ہے۔ اس صورت حال میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور جس طرح سورج کے طلوع ہونے سے تاریکی چھٹ جاتی ہے اور ہر طرف اجالا اور روشنی پھیل جاتی ہے۔ اسی طرح آپؐ کی قوت قدسی کے نتیجہ میں دنیا نے کفر و ضلالت کی تاریکی سے نجات پائی۔

تیسرے بند میں زمرہ انبیاء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کا بڑے دلکش انداز میں ذکر کیا گیا ہے کہ آپؐ کی ذات گرامی تمام کائنات کا حاصل ہے۔ چوتھے اور پانچویں بند میں آپ کے کمالات روحانی اور آپ کی فیض رسانی کا ذکر ہے۔ پانچویں بند میں حضرت امام مہدی کا ذکر ہے جو آپ کے غلام تھے اور ہمیشہ اپنے آقا کو یاد کرتے تھے۔ مہدیؑ کے نام کے ساتھ ہی قاری کی چشم تصور میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد امت کے زوال کا منظر آ جاتا ہے اور امام مہدیؑ کے ظہور کے نتیجہ میں امت محمدیہ کے دوبارہ عروج حاصل کرنے کی طرف توجہ منتقل ہو جاتی ہے۔ چھٹے بند میں حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام کے دل میں اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو جذبات عشق موجزن تھے ان کا ذکر ہے۔ آخری بند میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰؐ سے اپنی وابستگی کا اظہار کرتے ہیں اور ہر سچے عاشق کی طرح اپنی اس خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ انہیں اپنے دیدار سے نوازیں اور اپنے مبارک کلمات سے فیضیاب فرمائیں۔ اس عمومی تاثر کے بعد آئیے اب نعت کے ہر بند کے محاسن کو سمجھیں اور ان سے لطف اندوز ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۱)

اک رات مفاسد کی جو تیرہ و تار آئی
جو نور کی ہر شمع ظلمات پہ وار آئی
تاریکی پہ تاریکی، اندھیرے پہ اندھیرے
ابلیس نے کی اپنے لشکر کی صف آرائی
طوفان مفاسد میں غرق ہو گئے بحر و بر،
ایرانی و فارانی، رومی و بخارائی
بن بیٹھے خدا بندے، دیکھا نہ مقام اس کا
طاغوت کے چیلوں نے ہتھیا لیا نام اس کا

اس بند میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے قبل دنیا میں مفاسد اور جہالت کی جو تاریکی چھائی ہوئی تھی اس کا بڑے بھرپور انداز میں ذکر ہے اور بدی کی طاقتوں کے مظہر ابلیس کے نیکی کی طاقتوں پر غلبہ پالینے کا ذکر کیا گیا ہے جس سے نیکی کی قوتیں بظاہر سرنگوں دکھائی دیتی ہیں۔ جب ظلمت اپنی انتہا کو پہنچ گئی تو خدا تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور:

(۲)

تب عرش معلی سے اک نور کا تخت اترا
اک فوج فرشتوں کی ہمراہ سوار آئی
اک ساعت نورانی خورشید سے روشن تر
پہلو میں لئے جلوے بے حد و شمار آئی
کافور ہوا باطل، سب ظلم ہوئے زائل
اس شمس نے دکھلائی جب شان خود آرائی
ابلیس ہوا غارت، چوپٹ ہوا کام اس کا
توحید کی یورش نے در چھوڑا نہ بام اس کا

اس بند میں حضرت سرور کونین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں ظہور کا ذکر ہے جسے نہایت پر شکوہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ "نور کا تخت اترا" اس ایک ہی جملے میں جامعیت کے ساتھ حضورؐ کے تقدس اور شان کا اظہار کیا گیا ہے۔ آنحضرتؐ کو شمس قرار دیا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں آپ کو سراج منیر یعنی روشن سورج کہا گیا ہے۔ "در چھوڑا نہ بام اس کا" میں بام و در کے محاورے کا بڑا خوبصورت استعمال ہے۔ بدی کی قوتیں کامل شکست کھا جاتی ہیں اور حق کی فتح ہوتی ہے۔

(۳)

وہ پاک محمدؐ ہے ہم سب کا حبیب آقا
انوار رسالت ہیں جس کی چمن آرائی
محبوبی و رعنائی کرتی ہے طواف اس کا
قدموں پر نثار اس کے جمشیدی و دارائی
نبیوں نے سجائی تھی جو بزم مہ و انجم
واللہ اسی کی تھی سب انجمن آرائی
دن رات درود اس پر، ہر ادنیٰ غلام اس کا
پڑھتا ہے بصد منت چلتے ہوئے نام اس کا

اس بند میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور آپؐ کو تمام انبیاء میں جو افضلیت کا مقام حاصل ہے اس کا بڑے دلکش انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔ انبیاء کرام کائنات میں بہترین وجود ہیں اور آنحضرتؐ چونکہ تمام انبیاء کے سردار ہیں اس لئے آپؐ کا وجود مبارک تمام کائنات کا حاصل ٹھہرا۔ دیگر انبیاء میں جو کمالات متفرق طور پر پائے جاتے تھے وہ سب آپؐ کی ذات گرامی میں اپنی پوری شان کے ساتھ جمع ہو گئے اور آپ جامع جمیع کمالات انبیاء ٹھہرے۔ کسی نے اس مضمون کو بڑی خوبصورتی سے اس شعر میں باندھا ہے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے ایک شعر میں آنحضرتؐ کی تمام انبیاء پر فضیلت کے مضمون کو یوں ادا فرمایا ہے۔

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے

محبوبی اور رعنائی کا آپؐ کا طواف کرنا بڑا جامع اور بھرپور طرز اظہار ہے جس سے آپ کے حسن ظاہری و باطنی کا ایک دلکش منظر آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے۔ بند کا تیسرا شعر معنوی لحاظ سے بھی اور طرز بیان کے لحاظ سے بھی بڑا پر اثر ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ختم المرسلین کو بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ آپؐ تمام تخلیق کا مقصود اعظم تھے اس لئے تمام انبیاء کے کمالات بھی آپ ہی کی وجہ سے ہیں۔

(۴)

آیا وہ غنی جس کو جو اپنی دعا پہنچی
ہم در کے فقیروں کی بھی بخت سنوار آئی
ظاہر ہوا وہ جلوہ جب اس سے نگاہ پلٹی
خود حسن نظر اپنا سو چند نکھار آئی
اے چشم خزاں دیدہ کھل کھل کہ سماں بدلا
اے فطرت خوابیدہ اٹھ اٹھ کے بہار آئی
نبیوں کا امام آیا اللہ امام اس کا
سب تختوں سے اونچا ہے تخت عالی مقام اس کا

اس بند میں آنحضرتؐ کی فیض رسانی کا بڑے حسین انداز میں ذکر ہے۔ آپ کی صفات حسنہ کسی کی مدح سرائی سے بے نیاز ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جس کسی کو آپ کی تعریف کرنے کی توفیق ملتی ہے وہ خود اس کے اہل نظر ہونے پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے اور اس کے نتیجہ میں اس کی زندگی سنور جاتی ہے۔ گویا آنحضرتؐ کی مدح کرنا ایک ایسا سودا ہے، ایسی تجارت ہے جس میں فائدہ سراسر خود تعریف کرنے والے کا ہوتا ہے۔ تیسرے شعر میں بڑی پر لطف کیفیت کا اظہار ہے۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب عالم تصور میں خود کو آج سے چودہ سو سال قبل آنحضرتؐ کے ظہور کے موقعہ پر پاتے ہیں اور انتہائی مسرت کے عالم میں اس وقت کے لوگوں کو یہ نوید جانفزا سناتے ہیں کہ اے لوگو تمہاری نامرادیوں کے دن اب کامیابیوں اور کامرانیوں سے بدل گئے ہیں۔ اس بند کے آخر میں "امام" کا لفظ دو طریق پر بڑے خوبصورت انداز میں باندھا گیا ہے یعنی آپؐ تمام انبیاء کے امام یعنی لیڈر ہیں۔ لیکن آپ کا امام کوئی انسانی وجود نہیں بلکہ خود ذات باری تعالیٰ ہے۔ یہ بیان کرنے میں کہ آپؐ کا تخت عالی

M.A. AMINI
TEXTILES
SPECIALISTS IN:
FABRIC PRINTING
PRINTED CRIMPLENE
90" PRINTED COTTON
QUILT COVERS
PRAYER MATS, BEDDINGS
BED SETTEE COVERS
PROVIDENCE MILL
108 HARRIS STREET
BRADFORD BD1 5JA
TEL: 0274 391 832
MOBILE: 0836 799 469
81/ 83 ROUNDHAY ROAD
LEEDS, LS8 5AQ
TEL: 0532 481 888
FAX NO. 0274 720 214

SUPPLIERS OF ALL
CROCKERY, CUTLERY AND
DISPOSABLE CROCKERY FOR
WEDDINGS, PARTIES AND
OTHER SOCIAL FUNCTIONS
ABBA

CATERING SUPPLIES
081 574 8275 / 843 9797
1A Greenford Avenue,
Southall, Middx UB1 2AA

مقام سب تختوں سے اونچا ہے۔ آپ کی علو شان کو بڑے بلیغ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

(۵)

اللہ کے آئینہ خانے سے شریعت کی
نکلی وہ دلہن کر کے جو سولہ سنگھار آئی
اترا وہ خدا کوہ فاران محمدؐ پر
موسیٰ کو نہ تھی جس کے دیدار کی یارائی
سب یادوں میں بہتر ہے وہ یاد کہ کچھ لمحے
جو اس کے تصور کے قدموں میں گزار آئی
وہ ماہ تمام اس کا مہدی تھا غلام اس کا
روتے ہوئے کرتا تھا وہ ذکر مدام اس کا

اس بند میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے شریعت محمدیؐ کو ایک ایسی خوبصورت دلہن سے تشبیہ دی ہے جو خوب بن سنور کر نہایت دلکش انداز میں جلوہ افروز ہو۔ اس تشبیہ میں شریعت محمدی کی کاملیت اور فضیلت کا اظہار ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی وہ تجلی جو آنحضرتؐ پر ہوئی، اپنی کیفیت وکمیت میں اس تجلی سے بہت بڑھ کر تھی جو موسیٰؑ پر ہوئی۔ اسی طرح شریعت محمدی، شریعت موسوی سے زیادہ کامل اور فیض رساں ہے۔ اس موقعہ پر ذہن حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے درج ذیل اشعار کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

زندگی بخش جام احمدؐ ہے
کیا ہی پیارا یہ نام احمدؐ ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقام احمدؐ ہے
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمدؐ ہے

اس بند کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر خیر "ماہ تمام" یعنی چودھویں رات کے چاند کی برمحل اور بامعنی ترکیب سے کیا گیا ہے۔ یعنی جس طرح چاند کی روشنی سورج کی مرہون منت ہوتی ہے اسی طرح حضرت امام مہدی کا فیض کلیۃً آنحضرتؐ ہی کے کمالات کا انعکاس ہے۔ اور دونوں شخصیتوں میں کوئی مغایرت نہیں پائی جاتی۔ جیسے حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے درج ذیل شعر میں بیان فرمایا ہے۔

شاگرد نے جو پایا استاد کی دولت ہے
احمدؐ کو محمدؐ سے تم کیسے جدا سمجھے

(۶)

مرزائے غلام احمد جو بھی تھی متاع جاں
کر بیٹھا نثار اس پر ہو بیٹھا تمام اس کا
دل اس کی محبت میں ہر لحظہ تھا رام اس کا
اخلاص میں کامل تھا وہ عاشق تام اس کا
اس دور کا یہ ساقی گھر سے تو نہ کچھ لایا
مے خانہ اسی کا تھا مے اس کی تھی جام اس کا
سازندہ یہ اس کے سب ساجھی تھے میت اس کے
دھن اس کی تھی گیت اس کے لب اس کے پیام اس کا

اس بند میں حضرت اقدس مرزا غلام احمد بانی سلسلہ احمدیہؑ کے دل میں حضرت محمد مصطفیٰؐ کے لئے جو جاں نثاری اور فدائیت کے جذبات موجزن تھے ان کا نہایت ہی دلکش اور وجد آفریں انداز میں ذکر ہوا ہے۔ "ہو بیٹھا تمام اس کا" اور "وہ عاشق تام اس کا" کی تراکیب میں بڑا بامعنی اور بھرپور اظہار حقیقت بھی ہے اور صوتی ہم آہنگی بھی۔ اس بند کے بقیہ اشعار میں نہایت خوبصورتی سے اور ماہرانہ انداز میں اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود اور مہدی مسعودؑ کے تمام محاسن اور روحانی کمالات کا منبع اور سرچشمہ محمد مصطفیٰؐ کی ذات بابرکات ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

سب ہم نے اس سے پایا، شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

مے خانہ، مے، جام، گیت، پیام سب کچھ اسی کا یعنی حضرت رسول عربیؐ کا تھا اور حضرت مسیح موعودؑ آپ ہی کے کمالات کو پھیلانے والے تھے۔

(۷)

اک میں بھی تو ہوں یا رب صید تہ دام اس کا
دل گاتا ہے گن اس کے، لب جپتے ہیں نام اس کا
آنکھوں کو بھی دکھلا دے آنا لب بام اس کا
کانوں میں بھی رس گھولے، ہر گام خرام اس کا
خیرات ہو مجھ کو بھی، اک جلوہ عام اس کا
پھر یوں ہو کہ ہو دل پر، الہام کلام اس کا
اس بام سے نور اترے نغمات میں ڈھل ڈھل کر
نغموں سے اٹھے خوشبو، ہو جائے سرود عنبر

یہ نعت کا اختتامی بند ہے۔ یہ طریق بڑا مناسب، احسن اور دل کو لبھانے والا ہوتا ہے کہ جب کوئی عاشق اپنے محبوب کی مدح بیان کر چکتا ہے تو آخر میں اپنے محبوب کی نظر عنایت کا خواستگار ہوتا ہے۔ کچھ یہی کیفیت یہاں بھی ہے۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب، اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرتے ہیں کہ "اے میرے رب میں بھی تیری تخلیقات میں سے شاہکار تخلیق یعنی حضرت محمد مصطفیٰؐ کے حسن کا اسیر ہوں۔ میرا دل آپؐ کے گن گاتا ہے یعنی آپؐ کے اوصاف حمیدہ کی تعریف کرتا ہے۔ میرے لب آپ کا نام جپتے ہیں۔ یعنی میرے ہونٹ آپ کے نام کا ورد کرتے ہیں۔ لہٰذا میری التجا ہے کہ مجھے آپ کا دیدار عطا ہو، میں آپؐ کو اپنے سامنے محو خرام ہوتا ہوا دیکھ کر لطف اٹھاؤں۔ مجھے آپؐ کے روحانی طور پر جلوہ عام سے بہرہ ور ہونے کی سعادت عطا کر۔ پھر مجھے آپ کے مبارک کلمات سننے کا موقع عطا کر۔ اور آپؐ کے جلوہ آرا ہونے کی وجہ سے ساری فضا میں نور کی کرنیں بکھر جائیں اور ساری فضا معطر ہو جائے۔ اس بند میں ہندی کے الفاظ "گن" اور "جپنا" کا بڑا خوبصورت استعمال ہوا ہے۔

نعت کے تمام اشعار اتنے برمحل، مربوط اور خوبصورت تراکیب سے آراستہ ہیں جیسے انگوٹھی میں جڑے ہوئے نگینے یا گلدستہ میں سجے ہوئے خوبصورت پھول لہٰذا کسی ایک شعر کا انتخاب کرنا ایک مشکل مرحلہ ہے۔ تاہم یہ دو شعر تو ایسے ہیں جو دل پر ہمیشہ کے لئے نقش ہو گئے ہیں۔

نبیوں نے سجائی تھی جو بزم مہ و انجم
واللہ اسی کی تھی سب انجمن آرائی
سب یادوں میں بہتر ہے وہ یاد کہ کچھ لمحے
جو اس کے تصور کے قدموں میں گزار آئی

المختصر سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ نعتیہ کلام سرور کونین سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ایک عاشق صادق کے پر خلوص اور فدائیانہ جذبات کا اظہار ہے جو متنوع ادبی محاسن کا حامل اور اردو نعتیہ شاعری میں ایک قابل قدر اور حسین اضافہ ہے۔

اللھم صل علی محمد ....

سیرت المہدیؑ کا ایک ورق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا محکمہ ڈاک

(حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کے قلم سے)

آج میں دوستوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محکمہ ڈاک کی تاریخ سنانی چاہتا ہوں۔ اس سے انہیں معلوم ہو گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے خدام کے خطوط کے جواب کا کس قدر التزام رہتا تھا۔

اوائل میں جب آپ کا کوئی دعویٰ نہ تھا اور براہین کی تالیف میں مصروف تھے اس وقت آپ کا معمول یہ تھا کہ جو خطوط آتے ان کا جواب آپ خود لکھتے۔ لکھنے کے لئے دیسی قلم اور سیاہی استعمال فرماتے۔ اور باریک فرنچ پیپر پر خطوط کے جواب دیتے تھے۔ یہ خطوط بعض اوقات بجائے خود ایک مستقل تالیف بن جاتے تھے۔ جن میں روحانیت اور تصوف کے نہایت باریک در باریک امور پر بحث ہوتی تھی۔ ایک عرصہ تک یہی انتظام رہا۔ پھر منشی عبداللہ سنوری اور صاحبزادہ سراج الحق صاحب نعمانی حاضر ہونے لگے۔ تو ان سے بعض خطوط کا جواب لکھوا دیا کرتے۔ رفتہ رفتہ جب سلسلہ وسیع ہوا اور خدا تعالیٰ کے اذن اور الہام سے آپ نے اپنے دعوے کا اعلان کر دیا۔ اور خطوط بھی کثرت سے آنے لگے تب بھی اکثر خطوط کا جواب خصوصاً اپنے مخلص خدام کے خطوط کا جواب اپنے ہی قلم سے لکھا کرتے تھے۔ بلکہ بعض دوستوں کے ساتھ تو آپ کا یہ تعلق تھا کہ آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام تک یا ان میں سے بعض کی زندگی کے آخری ایام تک، اس التزام کو نبھایا کہ ان کے خطوط کا جواب خواہ ایک سطر ہو اپنے ہی ہاتھ سے دیا کرتے۔

بعض دوستوں کے متعلق نہ صرف محبت اور اخلاص کی بنا پر بلکہ احتیاط کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ان کے نام کوئی کتاب یا رسالہ یا اشتہار بھیجتے تو اپنے ہاتھ سے پیکٹ بناتے اور اپنے ہاتھ سے پتہ لکھتے اور ٹکٹ لگاتے اور رجسٹری کرا کر روانہ کرتے۔

یہ ایک مستقل مضمون ہے جو کسی قدر تفصیل سے لکھا جانے والا ہے۔ اسے میں صرف ایک تمہیدی نوٹ کے طور پر لکھ رہا ہوں۔

غرض جب دعوے کی عام اشاعت ہوئی اور خطوط کی کثرت ہو گئی آپ کی مصروفیت کی حدود سے ڈاک کا کام نکلنے لگا تو حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ، حکیم فضل دین صاحبؓ اور کبھی کبھار میرزا خدا بخش صاحب اس کام میں حصہ لیا کرتے تھے۔

جب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے قادیان آ گئے تو مستقلاً یہ کام ان کے سپرد ہو گیا اور ان کی اعانت کے لئے پیر افتخار احمد صاحب مقرر ہوئے۔

بیعت یا درخواست ہائے دعاء یا دوسرے عام خطوط کا جواب وہ ایک خاص ہدایت کے ماتحت لکھ دیا کرتے تھے۔ اور دوسرے بعض اہم اور خاص خطوط کا جواب حضرت مخدوم الملۃ مولانا عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ لکھا کرتے تھے۔

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ مرحوم کے زمانے کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ تھی جو ان کے ساتھ ختم ہو گئی کہ وہ ہر ہفتے، ہفتے کے تمام واقعات پر مشتمل ایک سرکلر لکھا کرتے تھے۔ جس میں تازہ الہامات اور بعض تقریروں کے اہم اقتباسات اور ایسے امور درج ہوتے تھے جو ایمان اور بصیرت کو بڑھایا کرتے تھے۔

یہ خطوط کبھی لاہور حضرت منشی تاجدین صاحب رضی اللہ عنہ کے نام پر ہوتے اور انہیں ہدایت ہوتی کہ پڑھ کر اور دوستوں کو سنا کر سیالکوٹ بھیج دیں۔ یا کبھی حضرت میر حامد شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کے نام ہوتے اور اسی طرح انہیں ہدایت دی جاتی۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خطوط نویسی کے اہم راز کو معلوم کر لیا تھا۔ جو ان کی ایمانی بصیرت اور معرفت پر دلالت کرتی ہے۔ وہ یہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے براہ راست تعلقات بڑھانے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ اس لئے انہوں نے جماعت کے قلوب میں یہ حقیقت پیدا کر دی تھی کہ لوگ کثرت سے خطوط لکھیں، اور بار بار لکھیں۔

چونکہ دعا کے خطوط اکثر آتے تھے اس لئے حضرت مرحوم دعا کرانے کے طریقوں پر بھی اپنے خطوط میں بحث کر جاتے تھے۔

پھر اس طریق کو اور بھی آپ نے وسیع کر دیا کہ ہفتہ وار ایک چٹھی الحکم کے ذریعہ شائع کرتے تھے۔

باقی صفحہ نمبر 15 پر ملاحظہ فرمائیں

NEW AND SECOND-HAND SPARES
SPECIALISTS IN JAPANESE CARS ALL MODELS
TJ AUTO SPARES
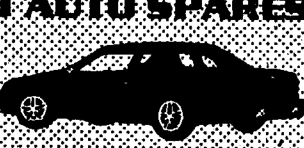
376 ILFORD LANE,
ILFORD, ESSEX
081 478 7851

CAN YOU SERIOUSLY AFFORD TO TRAVEL BY AIR WITHOUT FIRST CHECKING OUR PRICES? PHONE US FOR A QUOTE
ATLAS TRAVEL
THE TRAVEL AGENTS YOU CAN TRUST
061 795 3656
493, CHEETHAM HILL ROAD, MANCHESTER, M8 7HY

تاریخ احمدیت
۱۸۸۵ء

سرخی کے کشفی چھینٹوں کا حیرت انگیز نشان

۱۰ جولائی ۱۸۸۵ء (مطابق ۲۷ رمضان ۱۳۰۲ھ) کا ذکر ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام طلوع آفتاب کے وقت حسب معمول مسجد مبارک کے مشرقی جانب حجرہ میں شرقاً غرباً بچھی ہوئی چارپائی پر آرام فرما رہے تھے۔ تازہ پلستر کی وجہ سے حجرہ کی فضا میں خنکی سی تھی۔ چارپائی پر نہ کوئی بستر تھا نہ تکیہ اور حضرت اقدس بائیں کروٹ لیٹے، بائیں کہنی سر کے نیچے رکھے اور چہرہ مبارک دائیں ہاتھ سے ڈھانپے ہوئے تھے اور حضور کے مخلص خادم منشی محمد عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ حضور کے پاؤں داب رہے تھے کہ حضرت نے کشفی عالم میں دیکھا کہ بعض احکام قضاء وقدر حضرت نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں کہ آئندہ زمانہ میں ایسا ہوگا اور پھر اس کو دستخط کرانے کے لئے خداوند قادر مطلق جل شانہ کے سامنے پیش کیا ہے اور اس نے جو ایک حاکم کی شکل میں متمثل تھا اپنے قلم کو سرخی کی دوات میں ڈبو کر اول اس سرخی کو حضرت کی طرف چھڑکا اور بقیہ سرخی کا قلم کے منہ میں رہ گیا اور اس سے قضاء وقدر کی کتاب پر دستخط کر دئے۔ خدا کی معجزنمائی کا نشان دیکھو ادھر عالم کشف میں قلم کی سرخی چھڑکی گئی ادھر یہ سرخی وجود خارجی میں منتقل ہو گئی۔ منشی صاحب نے سخت حیرت زدہ ہو کر بچشم خود دیکھا کہ حضرت کے ٹخنے پر سرخی کا ایک قطرہ پڑا ہے۔ انہوں نے اپنی دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی اس قطرہ پر رکھی تو وہ قطرہ ٹخنے اور انگلی پر بھی پھیل گیا۔ تب ان کے دل میں یہ آیت گزری:۔

صبغة الله و من احسن من الله صبغة

انہوں نے سوچا کہ جب یہ اللہ کا رنگ ہے تو اس میں خوشبو بھی ہوگی مگر اس میں خوشبو نہیں تھی۔ ابھی وہ حیرت واستعجاب میں تھے کہ انہیں حضرت کے کرتے پر بھی سرخی کے تازہ چھینٹے دکھائی دئے۔ وہ مبہوت ہو کر آہستہ سے چارپائی سے اٹھے اور انہوں نے ان قطرات کا سراغ لگانے کے لئے چھت کا گوشہ گوشہ پوری باریک نظر سے دیکھ ڈالا۔ انہیں اس وقت یہ بھی خیال ہوا کہ کہیں چھت پر کسی چھپکلی کی دم کٹنے سے خون نہ گرا ہو۔ مگر وہ تو دست قدرت کا کشفی معجزہ تھا خارج میں اس کا کھوج کیا ملنا تھا۔ ناچار وہ چارپائی پر بیٹھ گئے اور دوبارہ پاؤں دابنے کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضور عالم کشف سے بیدار ہو کر اٹھے اور مسجد مبارک میں تشریف لے آئے۔ منشی صاحب پھر دابنے لگے اور اس دوران میں انہوں نے حضرت سے سوال بھی کر دیا کہ حضور آپ پر یہ سرخی کہاں سے گری ہے؟ حضور نے بے توجہی سے فرمایا "آموں کا رس ہوگا"۔ دوبارہ عرض کیا گیا کہ حضور یہ آموں کا رس نہیں یہ تو سرخی ہے۔ اس پر حضور نے سر مبارک کو تھوڑی سی حرکت دے کر فرمایا "کتھے ہے" یعنی کہاں ہے؟ منشی صاحب نے کرتہ پر وہ نشان دکھا کر کہا کہ یہ ہے۔ اس پر حضور نے کرتہ سامنے کی طرف کھینچ کر اور اپنا سر ادھر پھیر کر قطرہ دیکھا اور پھر (حضرت منشی صاحب کے بیان کے مطابق) پہلے بزرگوں کے کچھ واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "خدا کی ہستی وراء الوراء ہے اس کو یہ آنکھیں دنیا میں نہیں دیکھ سکتیں البتہ اس کے بعض صفات جمالی یا جلالی متمثل ہو کر بزرگوں کو دکھائی دئے جاتے ہیں۔ ....

رویت باری تعالیٰ اور کشفی امور کے خارجی ظہور پر یوں واقعاتی روشنی ڈالنے کے بعد حضرت نے انہیں کشف کی پوری تفصیل سنائی بلکہ اپنے دست مبارک سے کشف میں قلم کے جھاڑنے اور دستخط کرنے کا نقشہ بھی کھینچا اور اسی طرز پر جنبش دی اور ان سے پوچھا کہ اپنا کرتہ اور ٹوپی دیکھیں کہیں ان پر بھی سرخی کا کوئی قطرہ تو نہیں گرا۔ انہوں نے کرتہ دیکھا تو وہ بالکل صاف تھا مگر ململ کی سفید ٹوپی پر ایک قطرہ موجود تھا۔ منشی صاحب نے عاجزانہ درخواست کی کہ حضور اپنا یہ اعجاز نما کرتہ انہیں تبرکاً عنایت فرمائیں۔ حضرت کا سلوک اپنے خدام سے ہی نہیں دشمنوں سے بھی فیاضانہ تھا لیکن آپ نے منشی صاحب سے یہ درخواست ماننے سے انکار کر دیا اور فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ ہمارے بعد اس سے شرک پھیلے گا اور لوگ اس کو زیارت گاہ بنا کر اس کی پوجا شروع کر دیں گے۔ انہوں نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات بھی تو صحابہ رکھتے تھے ان سے شرک نہ پھیلا۔ فرمایا "میاں عبداللہ دراصل بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات جن صحابہ کے پاس تھے وہ مرتے ہوئے وصیتیں کر گئے کہ ان تبرکات کو ہمارے کفن کے ساتھ دفن کر دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جو تبرک جس صحابی کے پاس تھا وہ ان کے کفن کے ساتھ دفن کر دیا گیا"۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور میں بھی مرتا ہوا وصیت کر جاؤں گا اس پر حضرت نے فرمایا "ہاں اگر یہ عہد کرتے ہو تو لے لو"۔ چنانچہ حضرت نے جمعہ کے لئے کپڑے بدلے اور یہ کرتہ منشی صاحب کے سپرد کر دیا۔

نشان کے متعلق حضرت منشی صاحبؓ کا حلفیہ بیان

حضرت منشی صاحبؓ کو اس نشان آسمانی پر اس درجہ بصیرت وایمان حاصل تھا کہ ان کی زندگی میں ایک دفعہ مشہور اہل حدیث عالم مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اس کشفی نشان پر تنقید کی تو حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوریؓ نے نہ صرف اپنی مفصل حلفیہ شہادت شائع کی بلکہ انہیں مباہلہ کا چیلنج بھی دے دیا۔ مولوی صاحب نے چیلنج سے تو گریز اختیار کیا البتہ لکھا کہ ہمارے محلہ کی مسجد میں آ کے قسم کھائیں چنانچہ وہ سلسلہ کے بعض اکابر کو ہمراہ لے کر بے کھٹکے امرتسر پہنچے اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی مسجد میں اپنا مطبوعہ حلفیہ بیان ایسے درد انگیز رنگ میں پڑھ کر سنایا کہ سامعین پر ایک لرزہ طاری ہو گیا۔ نیز کہا کہ مولوی صاحب کے نزدیک یہ حلف کافی نہ ہو "تو وہ جن الفاظ میں چاہیں مجھ سے قسم کھلالیں۔ میں اپنی اولاد، اپنے مال اور اپنی جان غرضیکہ ہر چیز کی قسم کھانے کے لئے تیار ہوں۔ میں نے اس سرخی کے نشان جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ٹخنہ پر پڑا تھا اپنی شہادت کی انگلی لگا کر دیکھا تھا اس سے میری انگلی کو بھی سرخی لگ گئی تھی۔ اگر میں یہ جھوٹ کہتا ہوں تو میری انگلی کیا میرے جسم کا ذرہ ذرہ جہنم میں ڈالا جائے اور سب سے بڑا جو عذاب ہے وہ مجھ پر نازل کیا جائے"۔

حضرت منشی صاحب ایک عرصہ تک لوگوں کو کرتہ دکھانے سے احتراز کرتے تھے لیکن جب حضرت خلیفة المسیح الثانی (ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) نے انہیں ارشاد فرمایا کہ اسے بہت کثرت سے دکھاؤ تا اس کی رویت کے گواہ بہت پیدا ہو جائیں تو وہ دکھانے لگے۔ اور یوں ہزاروں نفوس کو اسے بچشم خود دیکھنے کا موقع مل گیا۔ حضرت منشی صاحب نے عمر بھر اعجازی کرتہ کی حفاظت کی اور سفر و حضر میں ہمیشہ اپنے ساتھ ہی رکھتے تھے۔ بالآخر ۷ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہی اور یہ قیمتی یادگار بھی حضرت کی وصیت کے مطابق سپرد خاک کر دی گئی۔

شہب ثاقب کا آسمانی نظارہ

حضرت مسیح ناصریؑ نے اپنی آمد ثانی کے متعلق ایک یہ پیش گوئی کی تھی کہ "اس وقت آسمان سے ستارے گریں گے اور جو قوتیں آسمان میں ہیں وہ ہلائی جائیں گی"۔ چنانچہ ۲۸ نومبر ۱۸۸۵ء کی شب کو آسمان پر شہب ثاقب کا یہ غیر معمولی نظارہ نمودار ہوا۔ اس وقت آسمان کی فضا میں ہر طرف اس درجہ بے شمار شعلے جل رہے تھے کہ گویا بارش ہو رہی تھی۔ یورپ، امریکہ اور ایشیا میں اس سے حیرت کی زبردست لہر دوڑ گئی اور اخباروں میں اس کی خبر نمایاں رنگ میں شائع ہوئی۔ جیسا کہ حضرت مسیحؑ نے بتایا تھا یہ تصویری زبان میں اس امر کا اعلان تھا کہ آسمانی قوتیں اسلامی انقلاب کے لئے ہلا دی گئی ہیں اور اب خدائی افواج سپہ سالار کی قیادت میں کفر و باطل کے قلعوں پر حملہ آور ہونے والی ہیں۔

شہب کی بارش کا یہ آسمانی نظارہ سواد شام سے شروع ہو گیا تھا جسے آپ بہت دیر تک دیکھتے اور خدائی بشارتوں کا تصور کر کے لطف اندوز ہوتے رہے۔ اس موقعہ پر آپ پر بار بار:

"ما رميت اذ رميت ولكن الله رمى"

کا الہام ہوا اور القاء کیا گیا کہ:

"یہ تیرے لئے نشان ظاہر ہوا ہے"

اس آسمانی نظارہ کے بعد یورپ کے لوگوں کو وہ ستارہ دکھائی دیا جو حضرت مسیح کے ظہور کے وقت نکلا تھا اور آپؑ کو بتایا گیا کہ یہ ستارہ بھی آپ کی صداقت کے لئے ایک اور چمکتا ہوا نشان ہے۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت،
مرتبہ مولانا دوست محمد صاحب شاہد)

تری آواز

توحید کا پیغام سنائے تری آواز
خوشبو کی طرح دل میں سمائے تری آواز
مٹ جاؤں نہ ہو گر تری شفقت کا سہارا
مر جاؤں اگر مجھ کو نہ آئے تری آواز
للکار ہے باطل کے لئے تیری ہر اک بات
پیغام صداقت کا سنائے تری آواز
بھٹکے ہوئے لوگوں کو یہ آواز جرس ہے
منزل کا پتہ ان کو بتائے تری آواز
اس بتکدے میں بن کے اذاں گونج اٹھی ہے
پھر کفر کے آثار مٹائے تری آواز
دم سادھ کے سنتے ہیں اسے عرش کے باسی
اور اہل زمیں کو بھی جگائے تری آواز
جب یاد منیرہ کو تری آئے، تو اکثر
لگتا ہے ہر اک سمت سے، آئے تری آواز

(سیدہ منیرہ ظہور)

Kensy
Fried Chicken
589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB

TO ADVERTISE IN THE
AL FAZL INTERNATIONAL
PLEASE CONTACT
NAEEM OSMAN MEMON
081 874 8902/ 081 875 1285
OR FAX YOUR ADVERT FOR
A QUOTE ON 081 875 0249

مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے پندرھویں سالانہ اجتماع کا کامیاب انعقاد

سات ہزار سے زائد خدام و اطفال اور قریباً تین ہزار زائرین کی شرکت۔ دلچسپ علمی اور ورزشی مقابلہ جات۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے روح پرور اور ولولہ انگیز خطابات۔ ایک ہزار سے زائد افراد کی بیعت

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کا پندرھواں سالانہ اجتماع ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ مئی بروز جمعہ ہفتہ اور اتوار ناصرباغ (گروس گیراؤ) میں نہایت کامیابی کے ساتھ منعقد ہوا۔ اجتماع کا افتتاح سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۷ مئی بروز جمعۃ المبارک، خطبہ جمعہ سے فرمایا اسی شام احمدی طلباء کے ساتھ سوال و جواب کی نشست میں حضور انور نے شرکت فرمائی اور ان کے سوالوں کے جواب مرحمت فرمائے۔ شعبہ رجسٹریشن کے مطابق امسال اجتماع میں سات ہزار سے زائد خدام و اطفال نے شمولیت کی۔ جرمنی کے علاوہ برطانیہ، کینیڈا، امریکہ، فرانس، سویٹزرلینڈ، ہالینڈ، بلجیم، ناروے اور کبابیر سے بھی خدام کے وفود خصوصی طور پر اجتماع میں شامل ہوئے۔ سیٹلائٹ کے ذریعہ حضور انور کے خطبات، تبلیغی نشستیں اور دیگر اہم تقریبات دنیا بھر میں ٹیلی کاسٹ کی گئیں۔ حضور انور کے خطبات کا آٹھ زبانوں میں رواں ترجمہ بھی ہوتا رہا۔

اس اجتماع کی تیاری کے ابتدائی کام کا آغاز دسمبر ۱۹۹۳ء سے ہی ہو چکا تھا۔ ماہ مارچ کے آخر میں اجتماع کمیٹی کے باقاعدہ اجلاسات کا آغاز ہوا۔ اجتماع کمیٹی ۶۲ مختلف شعبہ جات پر مشتمل تھی۔ تمام شعبہ جات کی رہنمائی کے لئے ایک رسالہ "رہنمائے اجتماع" کے ذریعہ تمام ضروری امور ان تک پہنچائے گئے۔ متعدد خدام نے مسلسل کئی ہفتے باقاعدگی سے وقار عمل کے ذریعہ ناصرباغ کی صفائی اور تزئین و آرائش کا کام کیا۔ تمام انتظامات خدا کے فضل سے نہایت عمدگی سے انجام پائے۔

فٹ بال، کبڈی اور باسکٹ بال کے ٹورنامنٹس

اجتماع سے دو روز قبل ۲۵ مئی کو صبح دس بجے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ناصرباغ میں فضل عمر فٹ بال ٹورنامنٹ، ناصر باسکٹ بال ٹورنامنٹ اور طاہر کبڈی ٹورنامنٹ کا افتتاح فرمایا۔ سب سے پہلے حضور انور نے مجلس خدام لاحمدیہ کا پرچم لہرایا بعد ازاں افتتاحی تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا پھر مکرم محمد منور عابد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی نے اپنی مختصر رپورٹ میں بتایا کہ اس سے قبل زونل اور ریجنل سطح پر ان کھیلوں کے مقابلے کروائے گئے جن میں مجموعی طور پر دو ہزار سے زائد خدام و اطفال نے حصہ لیا۔ ٹورنامنٹ کے افتتاح کے موقعہ پر جرمنی کی بیس سے زائد ٹیموں کے علاوہ برطانیہ، کینیڈا، کبابیر اور ہالینڈ کی ٹیمیں بھی حاضر تھیں۔ حضور ایدہ اللہ نے دعا کے ساتھ ان ٹورنامنٹس کا افتتاح فرمایا اور پھر تمام کھلاڑیوں کو جو اپنی خوبصورت وردیوں میں ملبوس تھے اور بہت منظم طریق پر میدان میں کھڑے تھے شرف مصافحہ بخشا۔ سب کھلاڑیوں کو شرف مصافحہ عطا فرمانے کے بعد حضور انور نے دوبارہ اجتماعی دعا کروائی اور پھر کبابیر اور فرینکفورٹ سی کے درمیان کھیلے جانے والے فٹ بال کے نمائشی میچ کا ایک حصہ دیکھا۔

فٹ بال اور باسکٹ بال کے فائنل مقابلے میں کبابیر کی ٹیم اول رہی جبکہ کبڈی کے ٹورنامنٹ میں فرینکفورٹ کی ٹیم نے اول پوزیشن حاصل کی۔ اجتماع کے دوران خدام کی حوصلہ افزائی کے لئے ازراہ شفقت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بھی بعض میچز کے کچھ حصے دیکھنے کے لئے تشریف لے جاتے رہے۔

معائنہ انتظامات

۲۶ مئی شام آٹھ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ ناصرباغ تشریف لے گئے اور اجتماع کے جملہ انتظامات کا معائنہ فرمایا اور موقع پر ضروری ہدایات سے نوازا۔ اکثر جگہوں پر حضور انور نے ازراہ شفقت کارکنان کو شرف مصافحہ عطا فرمایا۔ بعد ازاں اسی شام مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ جرمنی کا ایک اجلاس بلوایا اور انہیں زریں نصائح فرمائیں۔ حضور انور نے انہیں تبلیغ اور تربیت کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی۔

مختلف اقوام کے افراد کے ساتھ تبلیغی نشست

اجتماع کے دوسرے روز یعنی ۲۸ مئی کو دوپہر قریباً ساڑھے گیارہ بجے مقام اجتماع کے مرکزی پنڈال میں جرمن، ترک، عرب، افریقن، بنگالی، ایشین، انگلش اور فرنچ افراد کے علاوہ دیگر کئی اقوام کے آٹھ سو سے زائد افراد کے ساتھ ایک نہایت دلچسپ تبلیغی نشست منعقد ہوئی جس میں حضور انور ایدہ اللہ نے مختلف سوالوں کے جواب دئے۔ یہ تبلیغی نشست قریباً دو گھنٹے جاری رہی۔ اس کے آخر پر ۵۹ افراد کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر قبول احمدیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ الحمد للہ۔ اللہم زد و بارک۔

۲۸ مئی کو ہی بعد نماز ظہر و عصر قریباً ساڑھے تین بجے نہایت دلچسپ مجلس ہوئی جس میں ۲۵۰۰ سے زائد بوزنین والبانین احباب و خواتین نے شرکت کی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تمام سوالات کے نہایت موثر رنگ میں تفصیلی جواب ارشاد فرمائے جس کے بعد سینکڑوں یورپین کو حضور انور کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت کی توفیق عطا ہوئی۔ الحمد للہ

Match of the year

۲۹ مئی کو خدام کی کبڈی ٹیم کے فائنل مقابلہ کے بعد کبڈی کا ایک بہت ہی دلچسپ نمائشی میچ قافلہ حضور اقدس اور جماعت احمدیہ جرمنی کی نیشنل عاملہ کے درمیان ہوا، جو حضور ایدہ اللہ کے قافلہ نے ۱۲ کے مقابل پر ۲۷ نمبروں سے جیت لیا۔ اسی طرح نیشنل مجلس عاملہ جماعت جرمنی اور نیشنل عاملہ خدام الاحمدیہ جرمنی کے درمیان فٹ بال میچ بھی ہوا جو نیشنل عاملہ جرمنی نے صفر کے مقابل پر چار گول سے جیت لیا۔

تقسیم انعامات

نماز ظہر و عصر کی ادائیگی سے کچھ دیر قبل مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر، امیر جماعت احمدیہ جرمنی نے مختلف علمی و ورزشی مقابلہ جات میں دوسری اور تیسری پوزیشن حاصل کرنے والے خدام واطفال میں انعامات تقسیم فرمائے اور خدام سے خطاب فرمایا۔

اختتامی تقریب

نماز ظہر و عصر کی ادائیگی کے بعد اجتماع کی اختتامی تقریب کا آغاز ہوا۔ تلاوت، عہد اور نظم کے علاوہ کبابیر کے خدام نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا عربی قصیدہ "بشریٰ لکم یا معشر الاخوان" نہایت خوش الحانی سے پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مختلف مقابلہ جات میں اول پوزیشن حاصل کرنے والے خدام و اطفال اور ٹیموں میں انعامات تقسیم فرمائے۔ تقسیم انعامات کے بعد صدر مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی نے اجتماع کی مختصر رپورٹ پیش کی اور پھر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اختتامی خطاب فرمایا۔ (خطاب کا مکمل متن بعد میں شائع کیا جائے گا انشاء اللہ) خطاب کے بعد اجتماعی دعا کے ساتھ یہ اجتماع بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:۔
"ہر ایک شخص کو تم میں سے چاہئے کہ اٹھ کر ہر روز لوگوں کو سمجھائے۔ اگر کوئی کسی کی بات نہیں مانتا تو اس کا مضائقہ نہیں ...... تمہارا کام سمجھانا اور ڈرانا ہے۔ تم اپنا کام کئے جاؤ۔ لوگوں کو سمجھاتے جاؤ اور ڈراتے جاؤ اور اس ڈرانے میں یہ کوشش کرو کہ خدا تعالیٰ کی عظمت جبروت کا ذکر ہو اور اپنی غلطیوں کی بھی اصلاح کرو۔ چوری، بدنظری، بدکرداری، اور دیگر تمام بدیوں کو پہلے خود چھوڑ دو"۔
(بدر مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۲ء بحوالہ خطبات نور صہ ۱۷۲، ۱۷۳)

بقیہ سیرت المہدی کا ایک ورق

آپ کی وفات کے بعد یہ کام حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب کے سپرد ہوا۔ مفتی صاحب پہلے بھی کبھی کبھار یہ خدمت انجام دیتے تھے مگر حضرت مخدوم الملۃ کے بعد کلیۃً ان کے سپرد یہ کام کر دیا گیا۔ اور حضرت کی زندگی کے آخری وقت تک ان کے سپرد رہا ....

خطوط کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معمول تھا جس پر اب تک جبکہ سلسلہ کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے اور خطوط کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے اور بعض اوقات حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کا اقتضا بھی یہی ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص پڑھ کر خلاصے پیش کرے۔ مگر جو سنت مسیح موعود علیہ السلام نے ڈالی تھی اسی پر عمل ہو رہا ہے اور وہ یہ تھی کہ آپ تمام خطوط کو خود پڑھا کرتے تھے خطوں کو کھولنے اور پڑھنے سے پیشتر جب ڈاک کا بنڈل آپ کے دست مبارک تک پہنچا تو اجمالی طور پر تمام خطوط کو سامنے رکھ کر دعا کر لیتے کہ جن مقاصد اور اغراض کے لئے دوستوں نے لکھا ہے اللہ تعالیٰ ان دوستوں کو ان مقاصد میں بامراد کرے۔

الفاظ کیا ہوتے تھے وہ میں نہیں کہہ سکتا مگر مفہوم یہ ہی ہوتا تھا اس لئے بارہا آپ نے اپنی مجالس میں فرمایا کہ جب خطوط آتے ہیں تو میری عادت ہے کہ میں سب کے لئے دعا کر لیتا ہوں۔ پھر آپ ایک ایک خط کو کھولتے، اسے پڑھتے جاتے اور اس کے ساتھ ہی راقم الحروف کے مقاصد کے لئے دعا بھی فرماتے جاتے۔

تمام خطوط پڑھ چکنے کے بعد کاتب الخطوط کے حوالے اس وقت فرماتے جب آپ نماز ظہر میں تشریف لاتے اور جن ایام میں ڈاک ظہر کے بعد آتی تھی وہ عصر کے بعد دیتے۔ چونکہ خطوط کا پلندہ آپ نے رومال سے بندھا ہوا جیب میں ہوتا تھا، تو نماز میں بھی دعا فرماتے۔ وہ خطوط جب محکمہ ڈاک میں جاتے تو مغرب کی نماز سے پہلے ایک فہرست اسم وار دعا کرانے والوں کی ان خطوط کی بنا پر تیار ہوتی۔ یا اگر کسی نے کوئی درخواست دستی دی ہوتی تو اس کا نام بھی اس فہرست میں درج ہوتا۔ اس طرح پر وہ فہرست پھر حضرت کی دعا کی محرک ہوتی۔ اور آپ ان کے لئے پھر اپنی مخصوص عبادت کی گھڑیوں میں دعا فرماتے۔ ان خطوط کے جواب میں لکھا جاتا کہ دعا کی گئی ہے۔

خطوط کے جواب میں جب حضرت خود اپنے ہاتھ سے لکھتے تو آپ کا معمول تھا کہ عام طور پر اپنے دوستوں کو حبی فی اللہ، اخویم اور مکرمی فلاں سے خطاب فرمایا کرتے خواہ کوئی شخص عرف عام کے لحاظ سے کتنے ہی چھوٹے درجے کا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو ہمیشہ اکرام و احترام کے الفاظ سے یاد فرمایا کرتے تھے۔

آپ کی عادت میں تھا ہی نہیں کہ کسی کا صرف نام لکھا کریں بلکہ کوئی نہ کوئی تعظیمی لفظ شامل کر لیا کرتے تھے۔ اور جمع کا صیغہ بغرض تعظیم استعمال فرماتے۔ یہ تمام امور آپ کے مکتوبات میں نمایاں ہیں، جن کی کچھ جلدیں میں شائع کر چکا ہوں ...."

(اخبار الحکم قادیان، ۲۱ فروری ۱۹۳۴ء صہ ۱۱)

Al Fazl International Weekly, London
16 Gressen Hall Road, London SW18 5QL (U.K)
ISSN: 1352 9587
TELEPHONE NO. 081-870 8517
FAX NO. 081-870 1095

لاہور ہائی کورٹ نے میانوالی کے چار احمدیوں کی درخواست ضمانت مسترد کر دی

(پریس ڈیسک)

مکرم چوہدری ریاض احمد صاحب ولد چوہدری رستم خان صاحب، مکرم بشارت احمد صاحب ولد مکرم چوہدری ریاض احمد صاحب اور مکرم قمر احمد صاحب اور مکرم مشتاق احمد صاحب پسران مکرم محمود احمد صاحب ساکن چک ۱۵ ڈی۔ بی، ضلع میانوالی کے خلاف تھانہ پپلاں ضلع میانوالی میں ایک مخالف محمد عبداللہ سکنہ چک ۱۵ ڈی۔ بی، ضلع میانوالی نے زیر دفعہ ۲۹۵ / سی، تعزیرات پاکستان ایک سراسر جھوٹا اور خلاف واقعہ مقدمہ ۲۱ نومبر ۱۹۹۳ء کو درج کروایا۔ اور چاروں کو پولیس نے ۲۱ نومبر سے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا تھا۔ گرفتاری کے بعد ان کی ضمانت کے لئے ایڈیشنل سیشن جج میانوالی کی عدالت میں درخواست دی گئی جس کی سماعت کے لئے عدالت نے ۲ دسمبر ۱۹۹۳ء کی تاریخ مقرر کی مگر اس روز کاروائی نہ ہوئی۔ پھر ۷ دسمبر تاریخ پڑی مگر سات دسمبر کو معاند مولوی اکرم طوفانی آف سرگودھا اور اس کے ساتھیوں نے عدالت کے باہر ہنگامہ کیا جس پر یہ معاملہ پہلے ۱۵ دسمبر اور پھر ۲۳ دسمبر ۱۹۹۳ء اور پھر ۳ جنوری ۱۹۹۴ء تک ملتوی ہوتا آیا۔ معلوم ہوا ہے کہ ۳ جنوری ۱۹۹۴ء کو مخالفین کی کافی تعداد عدالت میں جمع تھی جس پر ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج میانوالی کی عدالت نے چاروں احمدیوں کی درخواست ضمانت مسترد کر دی۔

سیشن عدالت میں درخواست ضمانت مسترد ہونے کے بعد ضمانت کی درخواست ہائی کورٹ لاہور میں پیش کی گئی۔ یہ درخواست مسٹر جسٹس شیخ زبیر احمد صاحب کی عدالت میں ۱۴ فروری ۱۹۹۴ء تک زیر سماعت رہی جنہوں نے تین چار دن کی سماعت کے بعد یہ معاملہ چیف جسٹس کو بھجوا دیا اور لکھا کہ اس معاملہ میں بڑا بنچ مقرر کیا جائے۔ چیف جسٹس نے اس درخواست کی سماعت کے لئے مسٹر جسٹس خلیل الرحمان خان، مسٹر جسٹس نذیر اختر اور مسٹر جسٹس شیخ زبیر احمد پر مشتمل ایک بنچ مقرر کیا جہاں مئی ۱۹۹۴ء تک سماعت ہوتی رہی مگر عدالت نے اپنا فیصلہ محفوظ رکھا۔

اس کیس کا پس منظر یہ ہے کہ ریاض احمد صاحب اس گاؤں کے نمبردار ہیں مگر مدعی فریق نے ان کے خلاف مقدمہ کر رکھا ہے کہ احمدی ہونے کی بنا پر وہ گاؤں کے نمبردار نہیں ہو سکتے۔ اس مقدمہ کی سماعت ڈپٹی کمشنر میانوالی نے کی اور مکرم ریاض احمد صاحب کے خلاف فیصلہ دیا مگر کمشنر سرگودھا نے فیصلہ دیا کہ احمدی نمبردار ہونا قانوناً منع نہیں ہے۔

اب مدعی محمد عبداللہ نے ریونیو بورڈ میں اس فیصلہ کے خلاف اپیل دائر کی ہوئی ہے جو ابھی تک زیر سماعت ہے۔ ان حالات میں مدعی نے ریاض احمد صاحب اور ان کے عزیزوں کے خلاف محض مذہبی تعصب اور عداوت کی بنا پر بدنیتی سے یہ جھوٹا مقدمہ درج کرایا ہے۔ جس میں چاروں احمدی نومبر سے آج تک جیل میں ہیں۔

یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ مخالفین کی طرف سے پیش ہونے والے وکیل نذیر احمد غازی نے عدالت کے سامنے یہ بیان دیا کہ اگر چاروں احمدی یہ بیان دے دیں کہ وہ احمدیت سے منحرف ہو گئے ہیں اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے پیروکار نہیں ہیں اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنا پسند نہیں کرتے، تو وہ ضمانت کی درخواست کی مخالفت نہیں کرے گا۔

احباب سے ان چاروں احمدی احباب کی استقامت اور مقدمہ سے باعزت رہائی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

قرارداد تعزیت

مجلس عاملہ برطانیہ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۲ مئی ۱۹۹۴ء میں مکرم و محترم حافظ قدرت اللہ صاحب مبلغ سلسلہ کی اندوہناک وفات پر دلی افسوس کا اظہار کیا۔ محترم حافظ صاحب ۱۳ مئی کو ۷۷ سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ حضور انور نے ۱۶ مئی کو آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جس کے بعد آپ کو مقبرہ موصیان ۔ احمدیہ قبرستان بروک ووڈ میں سپرد خاک کر دیا گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محترم حافظ صاحب نے خدمت سلسلہ میں بھرپور زندگی گزاری۔ آپ کی سب سے پہلی تقرری انگلستان میں ہوئی جہاں آپ نے دو سال بطور مبلغ گزارے۔ پھر ہالینڈ میں پندرہ سال اور انڈونیشیا میں دس سال خدمت دین کی توفیق ملی۔ بہت مرنجان مرنج طبیعت کے مالک تھے۔ بے شمار اوصاف حسنہ کی وجہ سے بہت ہر دل عزیز اور دعاگو بزرگ اور بے لوث خادم سلسلہ تھے۔ خاموش انداز میں بھرپور خدمت دین آپ کا ایک مخصوص دلربا انداز تھا۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے اور ان کی خوبیوں اور دعاؤں کا فیض جاری و ساری رہے۔ آمین

(ہم ہیں ممبران مجلس عاملہ ۔ یو۔ کے)

جب سے سانسوں میں بس گیا ہے تو
زندہ رہنے کا حوصلہ ہے تو

نیند طاری ہے یاد پر پھر بھی
میری راتوں میں جاگتا ہے تو

یاد کی شب گزیدہ راہوں پر
اک چراغوں کا سلسلہ ہے تو

اس تصور میں ہے دل خوش فہم
میرے بارے میں سوچتا ہے تو

فرط حیرت سے کھل گئیں آنکھیں
خواب میں بھی اگر ملا ہے تو

کی عجب طرز سے مسیحائی
زخم زخموں میں بھر گیا ہے تو

کم سخن! تیری خامشی کو سلام
میری غزلوں میں بولتا ہے تو

تیری چاہت کے راستے ہیں طویل
مجھ سے مجھ تک کا فاصلہ ہے تو

اپنے اندر تلاش کر آصف
جس کو دنیا میں ڈھونڈتا ہے تو

(آصف باسط)

بقیہ مقتدرات از صفحہ ۱ بیانات پر مشتمل ہیں اور بار بار سننے اور سنانے کے لائق ہیں۔ تبلیغی لحاظ سے ان سے بھرپور استفادہ کرنا چاہئے۔

۱۱ جون ۱۹۹۴ء. آج کے پروگرام "ملاقات" میں برطانیہ کے انگریز احمدی مسلمانوں نے شمولیت کی۔ حضور انور نے انگریزی میں گفتگو فرماتے ہوئے ان کے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عطا فرمائے.

(۱) Spiritual Healing کی حقیقت کیا ہے اور اس میں کس حد تک صداقت ہے؟

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا قطعی اور یقینی ثبوت کیا ہے؟

(۳) لفظ نزول کی تفصیلی وضاحت۔

(۴) عیسائیت اور اسلام میں شراب کی حرمت کے بارہ میں وضاحت۔

(۵) Adoption کے بارہ میں اسلامی نظریہ اور طریق۔

۱۲ جون ۱۹۹۴ء. آج کے پروگرام میں بھی انگریز احمدی مسلمانوں کے ایک دوسرے گروپ نے شمولیت کی۔ حضور انور نے ان کے درج ذیل سوالات کے جوابات انگریزی میں ارشاد فرمائے:

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود علیہ السلام کا نسبتی مقام کیا ہے؟

(۲) کیا سب رسول مقام و مرتبہ میں برابر ہوتے ہیں؟

(۳) مسئلہ تقدیر کی وضاحت۔

(۴) کیا سور کے کسی عضو کی انسانی جسم میں پیوند کاری جائز ہے؟

(۵) کیا سور واقعی Homosexual ہے؟

(۶) نو مسلموں کے لئے اسلامی ناموں کی ضرورت اور حکمت کیا ہے؟

(۷) دہریہ لوگوں کو کیسے تبلیغ کرنی چاہئے۔

آج کی مجلس میں ایک بہت ہی ایمان افروز بات یہ ہوئی کہ حضور انور نے ایک دوست کی خواب سن کر فرمایا کہ حج کا اصل مقام مکہ ہے جہاں ہر سال قریباً دو ملین مسلمان فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ احمدیوں کو فی الوقت آزادی سے حج کرنے کی سہولت نہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ ہمیں اللہ تعالیٰ اس کی اجازت عطا فرمائے گا۔ خواب کی تعبیر کے ضمن میں فرمایا کہ عالمی بیعت کے موقع پر جب بیک وقت دو ملین افراد بیعت کر کے احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہونگے تو وہ بھی حج کی طرح ایک عالمی اجتماع کا نظارہ ہوگا۔ اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری زندگی میں اس کی صورت پیدا فرما دے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور انور کی فرمودہ یہ ایمان افروز بات بہت جلد پوری فرمائے اور یہ بابرکت منظر ہمیں بھی اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے آمین۔

(ع ۔ م ۔ ر)